

THE

NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

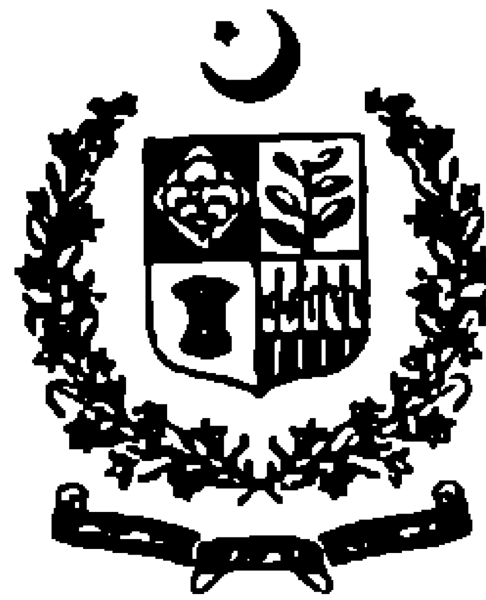
PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE

OFFICIAL REPORT

Tuesday, the 3rd September, 1974

Contain Nos. 1—21)

PRINTED BY THE MANAGER, PRINTING CORPORATION OF PAKISTAN PRESS, ISLAMABAD
PUBLISHED BY THE NATIONAL BOOK FOUNDATION, ISLAMABAD



THE

NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

PROCEEDINGS
OF
THE SPECIAL COMMITTEE OF THE WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA TO CONSIDER THE QADIANI ISSUE

OFFICIAL REPORT

Tuesday, the 3rd September, 1974

Contain Nos. 1—21)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

PROCEEDINGS OF THE SPECIAL COMMITTEE OF THE WHOLE HOUSE HELD IN CAMERA

Tuesday, the 3rd September, 1974

The Special Committee of the Whole House met in camera in the Assembly Chamber, (State Bank Building), Islamabad, at nine of the clock, in the morning Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.

RECITATION FROM THE HOLY QUR'AN

QADIANI ISSUE-GENERAL DISCUSSION

صاحبزادہ صفی اللہ: جناب والا! ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے سامنے جو ڈیبیٹ اور رپورٹ آئی ہے، اسکی رپورٹنگ میں غلطیاں ہوگئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کی ایک کاپی اٹارنی جنرل صاحب خود تصحیح کر کے واپس کردیں تو وہ چھپائی کیلئے سند رہے گی اور بہت اچھا ہوگا۔

جناب چیئرمین: وہ پانچ کاپیاں تیار کر رہے ہیں۔ جو آپکو کاپیاں دی گئی ہیں وہ درست نہیں ہیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔ پانچ کاپیاں تیار کر رہے ہیں۔ انکی بھی اٹارنی جنرل صاحب سے درستی ہو جائے گی۔

صاحبزادہ صفی اللہ: اٹارنی جنرل صاحب اگر خود کریں تو اچھا ہے۔

جناب چیئرمین: میں نے تو بڑی کوشش کی کہ ممبران وقت پر آئیں مگر ایسا ہوا نہیں۔

جناب کرم بخش اعوان: میں آپکی مہربانی کا بے حد ممنون ہوں۔ میں اپنے وعدے کے مطابق سویرے آ گیا تھا اس بات کے گواہ ڈاکٹر محمد شفیع صاحب ہیں۔

جناب چیئرمین: مجھے پتہ ہے۔نو بجے تھے۔ میں انتظار کر رہا تھا کہ کم سے کم بیس ممبر ہو جائیں۔ یہ جو ممبران بیٹھے ہوئے ہیں یہ تو بیچارے تب بھی آ جاتے اگر آپ تقریر نہ بھی کرتے۔

(مداخلت)

چوہدری غلام رسول تارڑ: جناب چیئرمین! میں تو سمجھتا ہوں کہ وقت ہی ضائع ہو رہا ہے۔ ریزولیوشن آپ ممبران سے پاس کروا کر بھیج دیتے تو فیصلہ ہو جاتا۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں۔ ہر ممبر کو حق ہے کہ اپنی رائے دے۔ہم بالکل بند نہیں کر سکتے۔اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ایک مہینہ انکی بات سنی اور دو کتابیں لکھی ہوئی پڑھ دیں۔ ملک کرم بخش اعوان!

جناب کرم بخش اعوان: نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم۔ جناب والا! مرزا ناصر احمد امام مرزائی امت ربوہ کی طرف سے دیئے گئے محضر نامہ کو میں نے غور سے پڑھا ہے اور انہوں نے دس دن کی جرح کے دوران جو لغوی معنے اور جو تاویلیں کی ہیں وہ بھی بڑے غور سے سنی ہیں۔ اسی طرح لاہوری پارٹی کا وضاحتی بیان بھی پڑھا اور انکے بھی لغوی معنے اور تاویلیں اچھی طرح سے سنی ہیں۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں ان کا مقصد یہ ہے کہ مرزائیوں کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھا جائے۔ اور جسطرح وہ نوے ۹۰ سال سے مسلمان قوم کا شکار کر رہے ہیں اسی طرح اسلام کے نام پر اپیلیں کرتے رہیں اور قرآن و حدیث کا اسلحہ استعمال کر کے مسلمانوں کو تہِ تیغ کرتے رہیں۔

یہ ایک سیاسی تنظیم ہے اور انگریزوں کی پیداوار ہے۔ انگریزوں کو یہ پودا لگانے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی؟ یہ ولیم ہنٹر کی کتاب "دی انڈین مسلمان" پڑھی جائے تو اسے سمجھ پڑتی ہے کہ انگریز کو یہ پودا لگانے کی کیوں ضرورت پیش آئی اور اس وقت کیا تکلیف تھی۔ یہ کتاب 1871ء میں لکھی گئی تھی۔

حضرت سید احمد بریلوی نے جنہوں نے مغلیہ خاندان کے زوال کے بعد تحریک چلا رکھی تھی، وہ تحریک تو کمزور ہو گئی تھی لیکن اب تک اسکے آثار باقی تھے۔ ان مجاہدین نے انگریزوں کے

ساتھ 1863ء میں اور 1868ء میں جنگیں لڑیں جن میں ہزاروں انگریز مارے گئے، اور 1857ء کے غدر کا بھی مسلمانوں کو ہی ذمہ دار ٹھہرایا گیا یہ کتاب دراصل ایک رپورٹ تھی جس میں مسلمانوں کے خلاف کی گئی بغاوت کے مقدمات اور مسلمانوں کے جہاد کی جنگوں کا تذکرہ اس میں درج ہے۔ ہنٹر کو یہ فکر تھی کہ گو یہ تحریک دب گئی ہے لیکن آزادی کے مجاہدین کسی وقت بھی جہاد کا نعرہ لگا کر پھر جنگ کر سکتے ہیں، کیونکہ انہوں نے ہندوستان کو دارالحرب سمجھا ہوا ہے جب تک اس کا کوئی تدارک نہ کیا جائے کہ مسلمانوں کو جہاد سے ہٹا دیا جائے، تب تک ہمیں آرام نصیب نہیں ہوسکتا۔ مسلمان قوم کو قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ کسی کی غلام نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کوئی ایسا تدارک ضرور ہو جائے کہ مسلمانوں کو جہاد سے ہٹا دیا جائے۔ انہیں ایام میں مرزا غلام احمد نے دو باتوں کا اعلان کر دیا:۔

(۱) جہاد کو منسوخ کر دو۔

(۲) اولیٰ الامر کی اتباع کا اعلان کر دیا (یعنی انگریزوں کی تابعداری کی جائے)۔

اس میں "من کم" کی شرط ہٹا دی۔ لیکن قرآن کریم میں جو حکم ہے وہ ہے:۔

و قتلو هم حتى لا تكون فتنة و يكون الدين لله فان نتهوا فلا عدوان الا على الظلمين۔

سورہ البقرہ۔۱۹۳

ترجمہ: تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کیلئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔

دوسری آیت سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

ان الله شترىٰ من المومنين الفهم راموالهم بان لهم الجنة يقاتلون فى سبيل الله فيقلتون و يقتلون وعدا عليه حقاً فے التوراة و الانحيل والفرقان و من ادنى بعهده من الله قاسبتترو ببعيكم الى بالعيتم لله و ذلك هوا لفورا لعظيم۔

(سورۂ توبہ)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ نے مومنین کے نفس اور مال خرید لیے ہیں (یعنی سودا کرلیا ہے) بعوض جنت کے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ یہ اللہ کا عہد ایک پختہ عہد ہے، تورات میں، انجیل میں، قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر عہد کا پورا کرنیوالا ہے۔ خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو آپ نے اللہ سے چکا لیا ہے یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔)

یعنی قرآن کریم کی رو سے جس طرح ہم پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہے اسی طرح جہاد بھی فرض ہے، اور جہاد کے متعلق منسوخی کا حکم لگا کر انہوں نے گمراہی کا ارتکاب کیا ہے۔

یاَ یھا الذین امنوا اطیعو الله و اطیعو الرسول و اولیٰ الا مر منکم۔ فان تناز عتم فی شی فردوہ الی الله و الرسول ان کنتم تومنون ن یا الله و الیوم الاخر ذالك خیرو احسن تاویلا۔

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر۔)

"من کُم" کی شرط ہے۔ ان کا اتباع کرو جو ہم میں سے ہیں، یعنی جو مسلمان ہیں انکا اتباع کرو۔ یہ نہیں کہ کوئی سکھ ہو یا کوئی انگریز ہو یا کوئی یہودی ہو یا کوئی بھی ہو تو اسکا اتباع کرو۔ یہ اس میں حکم نہیں ہے اس میں یہ ہے کہ ان کا اتباع کرو جو تم میں سے ہیں تو اس طرح قرآن کریم میں اور بھی کئی جگہ مرزا غلام احمد نے تنسیخ اور ترمیم کی ہے، اور ترجمہ کرتے ہوئے تحریف کی گئی ہے جو یہاں جرح میں ان سے پوچھا گیا۔

تو جناب والا! میں آپکی توجہ صرف اس امر کی طرف دلاتا ہوں کہ چونکہ یہ ہم نے رپورٹ پیش کرنی ہے، ان گواہوں کا جو طریقہ اور جو طرز تھا وہ اراکین اسمبلی نے اچھی طرح سے ملاحظہ کیا ہے کہ وہ جھوٹے گواہ کی طرح کس طرح سے تاویلیں کیا کرتے تھے لہٰذا میں نے پہلے بھی جو

بیان دیا ہے اسکے اوپر میرے دستخط ہیں۔ اس لیے میں اپنی تقریر کو زیادہ لمبا نہیں کرنا چاہتا۔ یہ دو تین حوالے اسکی سپورٹ میں میں نے پیش کر دیئے ہیں:۔

(۱) لہٰذا یہ گمراہ ہیں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲) کلیدی آسامیوں سے انہیں فوراً ہٹا دیا جائے ورنہ نقصان ہوگا، اور

(۳) ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے جیسے انہوں نے اپنی ریاستیں بنائی ہوئی ہیں، وہ حق ان کو استعمال نہ کرنے دیا جائے۔

شکریہ۔

جناب چیئرمین: مولانا غلام غوث ہزاروی!

صاحبزادہ صفی اللہ: جناب! میں نے بھی پانچ منٹ تقریر کرنی ہے۔

جناب چیئرمین: پروفیسر غفور صاحب آجائیں، میری ان سے بات ہوئی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ منٹ لینے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ میرے بعد میری پارٹی سے اور کوئی نہیں بولے گا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی!

مولانا غلام غوث ہزاروی: جناب صدر صاحب! مرزائیوں کے سلسلہ میں بہت سی تقاریر ہوگئی ہیں، کافی ہوگئی ہیں اور کوئی معزز ممبر ایسا معلوم نہیں ہوتا جس کی رائے مرزائیوں کے حق میں ہو۔ بہرشکل ہم نے ایک بل پیش کیا ہے۔ جس بل میں ہم نے تحریک کی ہے کہ انکو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور انکو کلیدی آسامیوں سے دور کیا جائے۔ اس بل کی اہمیت میں ہم نے ایک کتاب پیش کی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے مرزائیت کا کچا چٹھہ سب کو معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں یہ ہے کہ "میرے نزدیک دنیا میں اتنا بڑا کوئی شخص بھی نہیں ہوسکتا جتنا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے جو ملکہ قیصرائے ہند کو خط لکھتا ہے اور اس نے التجا کی کہ آپ مجھے ایک لفظ شاہانہ لکھ دیں۔ دعویٰ نبوت، دعویٰ مسیح موعود، دعویٰ مجدد اور سارے دعوے،

میں کہتا ہوں کہ ایسا کوئی شخص نہیں جسکے آنے کی خبر کسی کتاب میں ہو اور مرزا غلام احمد قادیانی نے وہ شخص بننے کی کوشش نہ کی ہو۔ مہدی کے بارے میں روایات ہیں، اور صحیح روایات متواترات ہیں۔ ہمارے عقائد کتابوں میں لکھے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ عیسیٰؑ کے بارے میں میں نے قرآن کی نو آیات پیش کی ہیں، قرآن کی تفسیر قرآن سے کی ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہؓ نے انکی وہی تعبیر فرمائی ہے۔ بارہ سو سال کے مجددین نے انکے وہی معنیٰ فرمائے۔ وہ ان کا جواب دیں۔ میں انکو چیلنج کرتا ہوں۔ کرشن کی خبر تھی۔ حارث پیدا ہوا، اس نے کہا کہ میں ہوں۔ برہمن، وہ بھی میں ہوں۔ جس شخص کا کسی کتاب میں ذکر تھا، اس نے کہا کہ وہ میں ہوں۔ لوگوں کی جہالت سے اس نے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ بہرشکل اس نے انگریز کی خوشامد کی۔ ملکۂ قیصرہ ہند کو جو خط لکھا اس کو کوئی خوددار شریف انسان نہیں لکھ سکتا۔ چہ جائیکہ ایک مسلمان ہو۔

ایک بادشاہ کا ذکر آتا ہے کہ ایک بہروپیے نے ایک بادشاہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس نے دو تین میل کے فاصلے پر فقیری شروع کر دی۔ اس کو مرید بھی مل گئے۔ لاہور میں ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ وہ رب لاہور بن گیا تھا۔ اس کی بیوی ربی بن گئی تھی۔ لوگوں نے اسے مان لیا تھا۔ اس ملک میں کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے اسکو کچھ نہ کچھ آدمی مان ہی لیتے ہیں۔ یہ صرف جہالت کا نتیجہ ہے، یہ صرف نادانی کا نتیجہ ہے۔ بہرشکل وہ شخص فقیر بن گیا۔ ہوتے ہوتے اسے شہرت مل گئی بادشاہ کو خبر ہوئی۔ یہ بادشاہ لوگ دعاؤں کے بڑے پیاسے ہوتے ہیں کہ اقتدار قائم رہے۔ بادشاہ اسکے پاس گیا۔ اس نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ فقیر نے انکار کر دیا۔ بادشاہ واپس آ گیا۔ وہ اپنا جامہ بدل کر بادشاہ کے پاس آ گیا اور اسے کہا کہ دیکھ لو جس نے تمہیں دھوکہ دے دیا ہے۔ چنانچہ اس نے انعام مانگا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں خود اشرفیوں کی تھیلی لیکر تمہارے پاس پہنچا تھا لیکن تم نے نہ لی۔ اب انعام کیا دونگا۔ اس نے کہا کہ میں جس جامہ میں تھا، اس بھیس میں یہ تھیلی سجتی نہیں تھی۔

اب یہ جھوٹا دعویٰ اس نے کیا ہے۔ اسکے سارے دعوے جھوٹے تھے۔ لیکن اس جھوٹے لباس کو بھی اس نے نہیں نبھایا۔

اس کے بعد جہاد کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور یہ سب تاویلیں جو ناصر احمد اور دوسروں نے کی ہیں وہ سب غلط ہیں۔ اس نے کہا کہ موسیٰ کے زمانے میں جہاد سخت تھا۔ حضورؐ کے زمانے میں جہاد میں سختی نہ رہی اور کچھ نرمی ہوگئی اور مسیح موعود کے زمانہ میں بالکل موقوف ہو گیا۔ دراصل وہ اپنے تک پہنچ کر اس کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ یہ جو بہت خوشامدی تھا۔ اس نے ملکہ قیصرہ ہند کو لکھا۔ اس سے بڑھکر میں نے آج تک کوئی ٹودیا نہ خط نہ دیکھا، نہ پڑھا۔ میں ایک پیغمبرانہ خط آپکو پڑھکر سناتا ہوں۔ حضرت سلیمان نے بلقیس کو ایک خط لکھا۔ اس میں لکھا۔ قرآن میں اسکو بیان کیا گیا ہے:۔

(عربی)

یہ پیغمبرانہ خط ہے۔ "میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور طابع ہوکر آجاؤ"۔

پہلے صرف یہ کہ (عربی)

اسکے بعد صرف اتنا لکھا کہ:

(عربی)

یہ ۲۶ صفحوں کا خط لکھتے ہیں۔ لیفٹیننٹ جنرل، صاحب بہادر، دائم اقبال، اسی "دائم اقبال" نے اسکی نبوت کی لٹیا ڈبودی۔ کوئی بیس تیس دفعہ اس نے یہ لکھا ہے یہاں تک لکھا کہ آپ ایک دفعہ ایک شاہانہ لفظ میرے لیے لکھ دیں۔ استدعا کی ہے۔ یہ ایک صیہونی فرقہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے زہریلا ہے یہودیوں سے بڑھکر ہے۔ یہ تو مار آستین ہے۔ یہودی تو صاف کافر ہیں۔ ہمارے دشمن ہیں لیکن یہ چھپے ہوئے ہیں۔ سانپ ہیں۔ انگریزوں کے زمانے میں

انہوں نے عراق بغداد جانے کے بعد چراغاں کیا۔ مسلمان ملکوں کے خلاف اظہار خیال کیا اور جب پاکستان بنا تو اسوقت بھی انہوں نے نقصان پہنچایا۔ کمیشن میں مرزا ناصر احمد نے کہا کہ مسلم لیگ کی درخواست پر میں شریک ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے وقت میں سے تم کو وقت کیوں دیا۔ اس میں خود ظفر اللہ تھا۔ منیر کمیشن میں اس نے کہا کہ جب لیاقت علی دورہ پہ جاتا تھا تو وزارت عظمیٰ میرے پاس ہوتی تھی۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں تو بہرحال یہ تو مدعی ہے اور چھوٹے چھوٹے کاموں تک پہنچتا تھا۔ مجھے علم ہے کہ ایک آدمی قتل ہوا مانسہرہ میں۔ میں اور ماسٹر تاج الدین صاحب گورنر سرحد شہاب الدین کے پاس پشاور گئے جو نظام الدین کا بھائی تھا۔ ہم نے اس قاتل کے بارے میں کچھ نرمی اختیار کرنے کی بات کی۔ مقتول اصل میں مرزائی تھے۔ اس نے ظفر اللہ خان کی تعریفیں شروع کر دیں۔ ہمارے سامنے گورنر سرحد اور تعریفیں ظفر اللہ خان کی۔ ظفر اللہ خان چھایا ہوا تھا، اس کے خلاف کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ ظفر اللہ خان کی مہربانی ہے کہ باؤنڈری کمیشن میں یہ گئے تو جو کچھ کردار انہوں نے ادا کیا اس سے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق ہوتی ہے۔ حضورؐ نے جو فرمایا ہے کہ میرے بعد میری امت میں یہ جو امتی نبی کہتے ہیں وہ یہی حضور نے پہلے فرما دیا میری امت میں سے ہو کر نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ یہ امتی نبی کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ کذاب دجال ہونگے۔ تو یہ وہاں گئے، انہوں نے جو بیان دیا وہ اسکی تصدیق ہے کہ حضور نے کتنا سچ فرمایا اور کتنے صحیح صادق و مصدوق پیغمبر تھے۔ کذاب تو اس لیے ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ یہ مسلمان کافر ہیں۔ ہم اور یہ بالکل، علیحدہ ہیں۔ یہ دعویٰ دیا گرداس پور ضلع میں کہ عام مسلمان ہم سے علیحدہ ہیں۔ ہم اور یہ ایک قوم نہیں، اس پر زور دیا اور دجل وفریب کیا۔ دجال ہونے کا مظاہرہ کیسے کیا۔ اور آخر میں لکھ دیا بہرحال ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے ساتھ الحاق ہو۔ یہ آخر میں دجل کے لیے لکھا، فریب کے لیے لکھا۔ کمیشن کو یہ دے

دیا کہ ہم علیحدہ ہیں اور مسلمانوں کی تعداد اس ضلع میں کم ہے۔ یہ پاکستان بننے کے بعد انہوں نے ڈنگ دیا، پاکستان بناتے وقت انہوں نے یہ ڈنگ دیا۔ اور یہی نتیجہ ہے کشمیر کی تمام جنگوں کا بھارت سے مستقل مقابلہ کا یہی سبب تھا۔ حقیقتاً یہ ایجنٹ ہیں۔

میں ایک بات عرض کرونگا، شاید وہ بعضوں کو معلوم نہ ہو۔ ۳۱۳ درویش کے نام سے قادیان میں مرزائی جاتے ہیں مرزے کی قبر کی حفاظت کے لیے، اور اس کے مقابلہ میں ۳۱۳ سکھ آتے ہیں گوردوارے کی حفاظت کے لیے جوننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ میں ہے۔ ۳۱۳ مرزائی رہتے ہیں مرزے کی قبر کی حفاظت کے لیے۔ نہ مسلمان رہتے ہیں وہاں، نہ اجمیر کے لیے جاتے ہیں، نہ کسی اور مقدس مقام کے لیے جاتے ہیں تو مرزے کی قبر اور ہڈیوں کی حفاظت کے لیے جاتے ہیں۔ یہ کیا چیز ہے۔ ہمارے یہاں کہتے ہیں زیارت لگتی ہے۔ بعض اولیاء کے مزاروں پر لوگ جاتے ہیں اور انکی حاجت پوری ہوتی رہتی ہے، تو اسکو کہتے ہیں انکی زیارت لگتی ہے۔ تو ان مرزائیوں کی زیارت لگتی ہے مرزا کی ہڈیوں کی حفاظت کے لیے۔ ۳۱۳ سکھ یہاں آئیں اور ان کا تبادلہ ہوا کرتا ہے باقاعدہ۔ یہ بات اگر نہیں معلوم تو میں کہنا چاہتا ہوں، اور اگر اب تک ہے تو اسکو ختم کرنا چاہئے۔ یہ تو ایجنٹ ہیں، اور جو لوگ ۳۱۳ آئیں جائیں، آئیں جائیں تو آپکے ملک کی کونسی بات خفیہ رہ سکتی ہے۔ یہ تو جاسوس ہیں سارے کے سارے۔ وہاں جانے والے روز تبدیل ہوتے ہیں۔ یہ جاسوس ہیں۔ وہاں کے آنے والے جاسوس ہیں، یہاں کے جانے والے جاسوس ہیں۔ تو انہوں نے کسی وقت بھی مسلمانوں کی بھلائی نہیں کی۔ یہ مسلمان کے نام سے مسلمانوں کے اندر ایک خطرناک فرقہ ہے اس پر کوئی مسلمان بھروسہ کرے گا؟ اس پر کوئی قوم بھروسہ کرے گی؟ اس پر کوئی فرد بھروسہ کرے گا؟ حکومت بھروسہ کرے گی تو منہ کی کھائے گی۔ یہ میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور سب کے سامنے کہنے کو تیار ہوں۔

اس وقت ہم ایک ایسے مرحلے پر پہنچے ہیں کہ دنیا کی نگاہیں ہماری طرف، مسلم ممالک کی نگاہیں ہماری طرف، تمام مسلمان حکومتیں، عرب حکومتیں ہم کو دیکھ رہی ہیں اور ہمارے فیصلے کی انتظار میں ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ ہماری قوم سمجھدار ہے۔ وہ اس طریقے سے کوئی بات نہیں کرے گی کہ جس سے ملک کو نقصان پہنچے لیکن باوجود اسکے ساری کی ساری قوم یہ چاہتی ہے کہ اس آستین کے سانپ کا سر کچلا جائے۔ اور کیسے نہ کچلا جائے۔ ہم یہ بات حکومت کے حوالے کرتے ہیں۔ لیکن یہ ساتھ کہتا ہوں کہ جب وہ ہم کو کافر کہتے ہیں اور ہم انکو کافر کہتے ہیں اور یہ بات مرزا غلام احمد نے لکھی ہے کہ دنیا کی مسلمان بادشاہتوں میں سے، حکومتوں میں سے کوئی حکومت نہیں ہے جو ہم کو کافر نہ کہے، یہ مرزا نے لکھا اور یہ ۱۹۰۸ء سے پہلے کا لکھا ہوا ہے۔ مرزا نے یہ کہا ہے کہ تمام مسلمان حکومتیں ہمارے خون کی پیاسی ہیں۔ ہم کسی جگہ تبلیغ نہیں کر سکتے، اپنا عقیدہ پیش نہیں کر سکتے، وہ ہم کو کافر سمجھتے ہیں۔ یہ مرزا نے خود لکھا اور جو ناصر احمد نے اپنے خلاف باتیں پیش کیں کہ مسلمانوں نے ہم پر کیا کیا فتوے لگائے کفر کے۔ اس موقع پر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کا ایک ڈھونگ آپ کو بتا دوں۔ انہوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہا اور پھر چھپایا اس طرح کہ انہوں نے پہلے کافر کہا تو جو مسلمان کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ عجیب ڈھونگ اپنا بنایا۔ آپ خدائی کا دعویٰ کریں، آپکو ہر شخص کافر کہے گا۔ جب آپکو کافر کہیں تو آپ کہیں جی ہم نے تو انکو کافر نہیں کہا، نہ ہم کو کافر کہنے سے خود ہی کافر ہو گئے۔ یہ آپ نے عجیب ڈھونگ اور ڈھنگ نکالا ہے مسلمانوں کو کافر بنانے کا۔ آپ کافر اس لیے بنائیں کہ وہ آپکی رسالت کو نہیں مانتے، آپ کی پیغمبری کو نہیں مانتے، آپ کو مسیح موعود نہیں مانتے، آپ کو کذاب و دجال سمجھتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ چونکہ مجھے کافر کہا اس لیے وہ خود کافر ہو گیا۔ تم خدائی کا دعویٰ کرو، پیغمبری کا دعویٰ کرو، ساری دنیا سے بہتر بنو، تم مسلمانوں کو دھوکہ دو، پھر لوگ تمہیں کافر نہ کہیں؟ اگر کوئی کہے تو کہو کہ انہوں نے مجھے کافر کہا ہے اس لیے کافر ہو گیا۔ تو تمہیں کوئی کافر نہ کہے گا؟

میرا مقصد یہ ہے کہ انہوں نے جو باتیں یہاں پیش کی ہیں، جھوٹ بولنے کے حیلے پیش کیے، بات کو چھپایا۔ اب ساری دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے زمانے والوں کو قطعی کافر کہا۔ تو جب کافر کہا اور یہ لکھا کہ میرا نہ ماننا قرآن وحدیث کا نہ ماننا ہے، میرا انکار قرآن وحدیث کا انکار ہے، میرا انکار خدا اور رسولؐ کا انکار ہے۔ تو اب میں ناصر احمد سے پوچھتا ہوں کہ جو خدا کا انکار کرے وہ کس کھاتے میں ہے؟ آپکے اس چھوٹے کفر میں ہے یا بڑے کفر میں ہے؟ اب ناصر احمد نے تاویل کی ہے کہ ہم مسلمانوں کو تو کافر کہتے ہیں لیکن چھوٹا کافر کہتے ہیں، بڑا کافر نہیں کہتے اور دجل وفریب یہ کیا ہے۔ آج تک جو معنیٰ سمجھتے تھے کہ فلاں شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسکے معنیٰ یہ تھے کہ اسلام ایک دائرہ ہے، اسکی حدود ہیں۔ جو ان حدود کو پھلانگے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ بات صاف تھی۔ اس نے کہہ دیا کہ ایک چھوٹا حلقہ ہے اس سے خارج ہو گیا۔ یہ اس نے تاویل کی اور نیا معنیٰ گھڑا۔ نیا معنیٰ گھڑنے میں ان کو کمال حاصل تھا۔ اس نے جو "اتمام حجت" کا معنیٰ کیا ہے بالکل غلط کیا ہے۔ مرزا ناصر احمد نے اتمام حجت کا جو معنیٰ کیا ہے وہ یہ ہے کہ دلائل سے اپنی بات پیش کرو، دعوت دو، توحید رسالت کی یا حق کی دعوت دو اور دلائل دو۔ اسکا دل مان لے کہ تم حق پر ہو۔ تم کو سچا سمجھ کر پھر انکار کرے تو یہ ملت سے خارج ہے۔ یہ اتمام حجت تھا۔ حالانکہ قرآن مجید نے اتمام حجت کا یہ معنیٰ نہیں ہیں۔ قرآن مجید نے کہا ہم نے پیغمبر اس لیے بھیجے کہ یہ کوئی نہ کہہ سکے۔

(عربی)

کہ ہمارے پاس ڈرانے والا نہیں آیا۔ ڈرانے والا کافی ہے اتمام حجت کے لیے۔ پیغمبر کا آنا اور دعوت دے دینا کافی ہے اتمام حجت کے لیے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

(عربی)

کہ ہم نے پیغمبر بھیجے۔ پیغمبروں کے نام پہلی آیت میں آئے ہیں۔ ڈرانے والا، ڈر سنانے والا، خوشخبری دینے والا، تاکہ اتمام حجت ہو جائے لوگوں پر۔ لوگوں پر خدا کی حجت قائم ہو جائے

اس لیے بھیجا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ پیغمبر کو سچا سمجھ کر انکار کرے ہاں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو سچا بھی سمجھیں پھر بھی نہ مانیں، تعصب سے نہ مانیں، ہٹ دھرمی سے نہ مانیں، ضد سے نہ مانیں، ایسے لوگ ہو سکتے ہیں لیکن اتمام حجت کے معنیٰ میں یہ چیز داخل نہیں ہے۔ یہ ناصر احمد نے قوم کو دھوکہ دیا ہے۔

تو بہر شکل میں اسے مانتا ہوں کہ تم عربی پڑھے ہوئے ہو۔ اسکو مانتا ہوں کہ تم انگریزی پڑھے ہوئے ہو، لیکن تم دین کو چھپاتے ہو اور تم اپنے دادا کی بات کو نبھاتے ہو، اتنے کروڑوں روپے کما لیے۔ ربوہ کی زمین انجمن احمدیہ کے نام وقف ہے، وہ تم ذاتی طور پر استعمال کر رہے ہو اور اسکی رجسٹریاں نہیں کرتے اور لوگوں سے روپیہ لیکر وہ زمنیں ہی بیچتے ہو؟ بہشتی مقبرے ہی بنا لیے، پیغمبرانہ کاروبار شروع کر دیا اور تم کروڑ پتی بن گئے۔ میں کہتا ہوں کہ سودا تمہارے نفع کا نہیں ہے۔ تم نے اپنی ساری نسل کو قیامت تک تباہ و برباد کر دیا ہے، چند کوڑیوں کے عوض۔ تو بہر شکل میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ میں اسکو مانتا ہوں کہ تم پڑھے لکھے ہو۔

یہ جو بیچارے لاہوری آئے، یہ تو بالکل کورے تھے علم سے اس وقت انہوں نے اپنے اس بیان میں لکھا بھی شفأ اور پڑھا بھی شفأ زبر کے ساتھ۔ حالانکہ یہ لفظ ہے عربی میں شفأ، جیسے قتال ہوتا ہے جیسے کبال ہوتا ہے، جیسے مواجبات الرِجاء ہوتا ہے جیسے مقابلہ اور ارتبال ہوتا ہے۔ اسی شفا اور مشافحہ یہ شفا کا لفظ ہے انہوں شفا لکھا بھی اور شفا پڑھا بھی۔ اس ہاؤس کے سامنے میں نے ان کی توجہ دلائی کہ فلاں سطر میں آپ نے جو لکھا ہے یا فلاں صفحے میں جو آپ نے لکھا ہے تیرھویں سطر میں، اس کو پھر پڑھیں، کیا یہ ٹھیک ہے۔ جگہ کا نام میں نے نہیں لیا اور نہ لفظ میں نہ بتایا۔ اسی سطر کو انہوں نے نکالا، پھر پڑھا اور کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں نے کہا کہ اچھی طرح پڑھیں تیرھویں صفحے میں فلاں سطر ہے، آیا یہ ٹھیک لکھی ہوئی ہے یا کوئی غلطی ہے۔ اس میں قطعاً غلطی تھی۔

(عربی)

کہ نبوت کا چالیسواں حصہ یعنی صرف نیک خواب ہیں۔ باقی نبوت کیا چیز ہے؟ نبوت بہت اونچا مقام ہے۔ خالق ومخلوق کا تعلق وہاں عیاں ہوتا ہے۔ تقدیر کا مسئلہ کھلتا ہے۔ وہاں معرفت نامہ حاصل ہوتی ہے۔ عرفان کے مدارج طے ہوتے ہیں۔ وہ نبوت عوام کو خدا کی طرف بلانے والی چیز ہوتی ہے۔ وہ مکالمہ کیا چیز ہے؟ وہ خدا سے باتیں کس طرح ہوتی ہیں؟ وہ نبوت بہت اعلیٰ مقام ہے جو ہماری فہم وادراک سے بہت اونچا ہے تو اس کا چھیالیسواں حصہ رویائے صالحہ، خواب صالحہ ہوتے ہیں۔ اب جب حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ مبشرات کے کیا معنی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک اچھا خواب جو مسلمان دیکھے، یا اس کے لیے کوئی اور دیکھے یہ حضور ﷺ کا ترجمہ ہے۔ جو ترجمہ ابوالعطا نے کیا مبشرات کا مبشرین جو جنت کی خوشخبری سنائی تھی، یعنی ترجمہ وہ کیا جو رسول اللہ ﷺ کے ترجمے کے خلاف ہے۔ یہ ابوالعطاء جو یہاں آیا کرتا تھا وفد کے ساتھ اور اس کی ایک کتاب انہوں نے ختم نبوت کے جواب میں ضمیمے کے طور پر پیش کی، اس میں بھی بہت سی باتیں غلط ہیں وہ سلطان الاغلاط ہے۔

بہر شکل میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ انہوں نے یہاں پر بار بار پڑھا واللہ العظیم۔ یہ لاہوری پارٹی نے پڑھا۔ حالانکہ یہ لفظ واللہ العظیم ہے۔ "و" حرف جار ہے، ہر قسم کے لیے آتا ہے یہ مفعول کو مجہول کر دیتا ہے۔ جیسے واللہ۔ باللہ، تاللہ، زیر پڑھی جاتی ہے۔ اس نے واللہ العظیم پڑھا۔ آخر میں نے اٹھ کر جناب صدر سے عرض کیا کہ ہمارے سر میں درد ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ یہ غلط پڑھتے ہیں۔ ان کو آپ صحیح پڑھنے کی ہدایت کریں۔ کہ ظفر اللہ کے زمانے میں ظفر اللہ ہی کی حکومت تھی۔ اسی طرح بیرونی طاقتوں نے ان سے بات کی۔ اس وقت ہماری خارجہ سیاست یہ نہ تھی جو اس وقت ہے۔ ناظم الدین کے یہ الفاظ ہیں کہ اگر ظفر اللہ کو نکال دوں تو امریکہ

پاکستان کو گیہوں دینا بند کر دیگا۔ گویا گیہوں ظفر اللہ کو ملتے تھے اور پاکستان کو نہیں۔ لہٰذا میں ظفر اللہ کو کیسے برخواست کر دوں۔ لاہور اور چنیوٹ کے درمیان جو جنکشن ہے، اس وقت مجھے اسکا نام یاد نہیں آ رہا، وہاں چار مسلمان قتل ہوئے۔ ظفر اللہ نے آ کر مرزائیوں کو رہا کرایا۔ مسلمانوں کے قاتلوں کو رہائی دی۔ یہ اتنا بڑا ابلیس ہے لیکن ان کا قصور نہیں تھا، ان کا علم ہی اتنا تھا۔ اور یہ بنے ہوئے تھے مبلغ۔ یہ تبلیغ کرتے ہیں یورپ میں، اسلام کی، اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ ہم تبلیغ کرتے ہیں، ختم نبوت کا ذکر کرتے ہیں، کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضور ﷺ کی تعلیم کا دراصل معنی یہ ہے کہ کوئی نیا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام مر گئے، ان کی جگہ آنے والا مرزا غلام احمد۔ یہ ہے ساری تبلیغ۔ یہ ساٹھ سال تک تبلیغ کرتے رہے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

جناب چیئر مین: مولانا! آپ ختم کرنے کی کوشش کریں، اس واسطے کہ ہم نے 260 صفحے کی کتاب بھی پہلے سن لی ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: میں مختصر کر دوں گا۔

جناب چیئر مین: جو کتابوں والے ہیں ان کو تھوڑا ٹائم دیا گیا ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: نہیں میری ایک کتاب باقی ہے جو لاہوری پارٹی کے جواب میں ہے۔ وہ پریس میں دی ہوئی ہے۔ آج شاید چھپ جائے اس کے بارے میں میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی، ورنہ اس کتاب......

جناب چیئر مین: وہ اگلی اسمبلی کے لیے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: بہر حال میں مختصر کر دیتا ہوں۔ جیسے آپ فرمائیں تو میرا مطلب یہ ہے......

جناب چیئر مین: وہ کتاب چھ سو صفحے کی ہے؟

مولانا غلام غوث ہزاروی: نہیں، وہ مختصر ہے (قہقہے) وہ میں پڑھ سکتا ہوں۔ وہ میرے خیال میں چھ، سات صفحے کی ہوگی۔ تھوڑی ہے۔ وہ اتنی ہے جتنی ان کی کم ہے۔ بہر حال میں اس میں بھی ذکر کروں گا۔

لاہوری مرزائیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ہم مرزے کو نبی نہیں مانتے۔ مرزے نے اپنے کو نبی نہیں کہا۔ یہ میں مختصراً عرض کر دیتا ہوں، یہ سب کے لیے ضروری چیز ہے، کہ مرزے نے کہا کہ میں نبی ہوں، مرزے نے کہا میں رسول ہوں، مرزے نے کہا خدا نے قادیان میں پیغمبر بھیجا۔ خدا نے میرا یہ نام رکھا نبی۔ مرزے نے کہا مجھے خدا نے لقب دیا۔ مرزے نے کہا مجھے یہ منصب عطا ہوا۔ مرزے نے کہا مجھے خدا نبی اور رسول کہہ کر مجھے 23 سال تک پکارتا رہا۔ مرزے نے کہا میرے پاس جبرائیل آیا۔

(عربی)

یہ حقیقت الوحی کی عبارت ہے: میرے پاس جبرائیل آیا۔ اس نے اشارہ کیا، اس نے بات کی۔ پھر مجھے منصب نبوت دیا گیا، مجھے لقب نبوت دیا گیا، مجھے خطاب نبوت دیا گیا۔ میرا یہ نام نبی خدا نے رکھا، میں نبی ہوں، میں رسول ہوں۔ آپ فرمایئے کہ کسی بڑے پیغمبر کو ہم نبی اور رسول کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ رسالت و نبوت کا دعویٰ کن الفاظ میں کرے گا۔ جو الفاظ مرزے نے ذکر کیے ہیں۔ سوائے ان کے اور کوئی لفظ نہیں ہے جن سے کوئی پیغمبر دعویٰ نبوت کا کرے، حقیقتاً نبوت کا دعویٰ کرے۔ اور میں اس میں راز بتا دیتا ہوں۔ یہ دونوں ایک ہیں۔ یہ دونوں مرزے کو مسیح موعود مانتے ہیں۔ عیسیٰ مر گئے، میں عیسیٰ۔ میں فرض کرتا ہوں ایک سیکنڈ کے لیے۔ پہلی ہم نے جو کتاب پیش کی ہے اس کو پڑھ لیجئے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ مرزائیوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے اس میں 9 آیتیں پیش کی ہیں اور تیرہ، چودہ حدیثیں پیش کی ہیں کہ حضور ﷺ

کیا معنیٰ کیے قرآن کی آیتوں کی کیا تفسیر کی، صحابہ نے کیا معنیٰ کیے۔ بارہ سو مجددین نے کیا معنیٰ کیے۔ آج کل آپ عدالت کے فیصلے کو دلیل میں نہیں پیش کرتے، لیکن ہائی کورٹ کا فیصلہ باقاعدہ قانون بن جاتا ہے۔ لیکن تیرہ سو مجددین —— تیرھویں صدی، چودھویں ی صدی کا مجدد بنا ہے مرزا —— 13 صدیوں کے مجدد جوان کے مانے ہوئے مجدد ہیں، جن کی فہرست انہوں نے اپنی کتاب میں لکھ کردی۔ ہم نے کتاب میں سب کچھ لکھ دیا ہے، ان مجددین کا حوالہ دیا ہے ہم نے کہا کہ انہوں نے کیا معانی کیے ان آئیتوں کے۔ تو ہائی کورٹ معنوں کے بعد قانون کی تشریح ختم ہو جاتی ہے قانون کی کوئی اور تشریح نہیں ہوسکتی۔ لیکن میں ایک منٹ کے لیے مانتا ہوں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام مر گئے، نبوت فرض کیجئے کہ جاری ہے۔ ہرا یرا غیرا نتھو خیرا، گاما گھسیٹا، اٹھ کر کہے کہ میں پھر نبی ہوں۔ میں مسیح ہوں۔ بھلا آپ خیال تو کریں۔ جو ہم نے لکھا ہے مرزا جی کی صرف ٹوڈیانہ حرکات کو دیکھ لیجئے۔ ایک خط میں نے پڑھا حضرت سلیمان علیہ السلام کا۔ ایک خط میں آپ کو حضور اکرم ﷺ کا پڑھکر سنادوں جو بخاری میں ہے۔ کیا ستم ہے۔ ہرقل شاہ روم کو آپ ﷺ نے لکھا (عربی) یہ عنوان ہے۔ آگے خط میں لکھا ہے: (عربی) مسلمان ہو جاؤ، بچ جاؤ گے۔ ورنہ تم پر تمہارا بھی وبال ہوگا اور تمہارے پیچھے چلنے والوں کا بھی یہ ہے جلالی خط۔ یہ ہے پیغمبرانہ خط۔ شیطان کی آنت کے برابر دام اقبال، 'دام اقبال' دام اقبالہا، دام اقبالہا۔ خط لکھا۔ میرے ابا جان نے 50 گھوڑی دی ہے میرے بھائی جان نے قصبہ، مفسدۂ سکھ کے زمانے میں بڑی امدادی ہے۔ میں فقیر تھا۔ میں غریب تھا۔ مجھ سے اور کوئی خدمت نہ ہوسکی۔ میں نے 50 الماریاں کتابوں کی لکھی اور تمام اسلامی ممالک میں بھیج دیں۔ انگریزوں سے لڑنا حرام ہے، جہاد حرام ہے۔ میں یہی خدمت کرسکا۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مجھ سے بڑھکر اور میرے خاندان سے بڑھ کر خیر خواہ اس گورنمنٹ کا نہیں۔ یہ ایک ہی سچی بات مرزے نے لکھی ہے۔ کہ اس سے بڑھکر انگریز کا وفادار کوئی نہیں ہوسکتا۔

تو میرا مطلب یہ ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام مانتے ہیں، مسیح موعود مانتے ہیں، لاہوری بھی اور بھی اور قادیانی بھی۔ اور پھر یہ جسمانی معراج کے منکر ہیں، لاہوری بھی جس طرح قادیانی منکر ہیں، جسطرح مرزا منکر ہے۔ مرزے نے لکھا ہے مسجد اقصیٰ یہ میری مسجد ہے قادیان کی۔ جو قرآن میں ہے: (عربی) مرزے نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسجد اقصیٰ میری ہے۔ یہ تبلیغ رسالت جلد نہم میں درج ہے مرزے کا یہ قول۔ اور اس میں اس نے لکھا ہے کہ یہ مسجد اقصیٰ یہی میری مسجد ہے اور وہ جو منارہ ہے جس کے پاس عیسیٰ علیہ السلام، وہ یہی منارہ ہے منارۃ المسیح ہے جو میں نے بنایا ہے۔

یہاں آپ مجھے ذرا سی اجازت دیجئے۔ ایک افیمی تھا وہ استنجا کرنے جاتا تھا بیت الخلاء میں تو وہ پانی کا لوٹا لے جاتا تھا۔ افیمی کو اکثر قبض رہتا ہے۔ لوٹے میں سوراخ تھا۔ تو جب تک وہ فارغ ہوتا لوٹے سے پانی ٹپک ٹپک کر ختم ہو جاتا۔ افیمی کو بڑا غصہ آتا۔ تو اس نے ایک دن لوٹا پانی کا بھرا، اندر گیا۔ پہلے استنجا کر کے اس کے بعد ہگنے لگا۔ کہا کہ سسرا کہیں کا۔ اب ٹپک تو دیکھوں گا میں (قہقہے) تو پہلے استنجا کر گیا اور بیت الخلاء میں بعد میں انتظام کرنے لگا۔ یہ مرزا پہلے نازل ہوا چراغ بی بی سے یا قادیان میں......

جناب چیئرمین: میرے خیال میں کافی ہو گیا ہے، آپ بیت الخلاء تک تو پہنچ گئے ہیں۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: تو منارہ بعد میں بنایا۔ منارے کے لفظ کا کوئی معنی نہیں۔ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ منارے سے مراد منارۃ المسیح ہے۔ باب الد سے مراد لدھیانہ ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے مراد غلام احمد ہے۔ مریم سے مراد......

جناب چیئرمین: اس میں لکھا ہوا ہے، اس کے اندر ہے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی: ہاں، اسکے اندر لکھا ہوا ہے۔ میں اس بات کی تائید کرتا ہوں اور ختم کرتا ہوں۔ اور تحریک پیش کرتا ہوں اپنے بل کے حق میں کہ لاہوری مرزائیوں اور قادیانیوں دونوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کوئی کمزور نتیجہ نہ آئے۔ میں آپ کو سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمام عالم اسلام آپ کے اس فیصلے کا منتظر ہے۔ تمام رعایا آپ کے اس فیصلے کا انتظار کرتی ہے۔ تمام ممالک پر اسکا اثر پڑے گا۔ میں عرض کر دوں، میں نے ایک بڑی شخصیت سے عرض کیا ہے کہ ان کا پروپیگنڈہ باہر اسلام کے نام سے ہے۔ آج اگر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے تو ان کا پروپیگنڈہ دو فیصد بھی نہیں رہے گا یہ سارا ختم ہو جائے گا۔ ان کا پروپیگنڈہ اسلام کے نام سے ہے۔ پھر مسلمان ممالک سمجھتے ہیں، بلکہ مسلمان ہی نہیں، کہ آپ کے خلاف کیا پروپیگنڈہ ہوگا۔ روس اور امریکہ کی جو پالیسی ہوگی وہ ان کی پرانی پالیسی ہوگی۔ چین کی جو پالیسی ہوگی وہ ان کی پرانی پالیسی ہوگی۔ یہ آج اپنے آدمیوں کو تاریں دلواتے ہیں۔ ان کا دجل ہے۔ یہ تو آپ کو متاثر کرتے ہیں۔ آپ کو قوت کے ساتھ، بہادری کے ساتھ، نڈر ہو کر، اسمبلی نے آپ کو یہی حکم دیا ہے کہ آپ خدا کے امین ہیں، آپ قوم کے امین ہیں۔ آپ کو باقاعدہ طور پر حکومت نے، بلکہ پرائم منسٹر نے یہ بات آپ کے حوالے کی کہ اسمبلی کیا فیصلہ کرتی ہے۔ آپ اسلام کی روشنی میں فیصلہ کریں۔ آپ کی قوم چاہتی ہے، جس قوم کے آپ نمائندے ہیں یہ قوم چاہتی ہے، عالم اسلام چاہتا ہے، تمام دنیا دیکھتی ہے، آپ اس بارے میں کوئی نرمی نہ کریں۔ یہ نرمی آپ کو مہنگی پڑے گی۔

میں آخر میں اس بل کی حمایت و تائید کرتا ہوں۔ (عربی)۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ پروفیسر غفور احمد! بالکل، آپ ہی فرمائیں گے۔ جنہوں نے اڑھائی سو صفحے کی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے ایک ایک گھنٹہ تقریریں کی ہیں۔

پروفیسر غفور احمد : جناب چیئرمین! اس اسمبلی کی تقریباً 30 ماہ کی مدت میں یہ دوسر زبردست چیلنج ہے جو آج ہمیں درپیش ہے۔اس معزز ایوان کے سامنے پہلا چیلنج ملک کے لیے ایک مستقل دستور کی تدوین تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک چوتھائی صدی گزرنے کے باوجود ہمارا ملک دستور سے محروم تھا۔ یہ کام اس اسمبلی کے سپرد ہوا کہ اس ملک کے لیے مستقل دستور بنایا جائے۔آپ کو جناب چیئرمین! یاد ہوگا کہ اس زمانے میں حکمران جماعت اور اپوزیشن جماعتوں کے درمیان بعض بنیادی اصولوں پر شدید اختلافات تھے۔لیکن ان اختلافات کے باوجود ہم اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنے فضل سے اس بات کی توفیق عطا فرمائی کہ ہم اپنے اختلافات کو ختم کر کے ملک کے لیے ایک مستقل دستور مدون کرنے اور مکمل اتحاد کے ساتھ کرنے میں کامیاب ہوگئے۔اس طریقے سے ہم نے اس چیلنج کو قبول کیا اور اسکے بعد اس کام پر پورے اترے۔ مجھے توقع ہے کہ انشاءاللہ یہ دستور جو ہم نے پاس کیا ہے، عملاً اپنی سپرٹ کے لحاظ ایک دن ضرور اس ملک میں نافذ ہوگا۔

جناب والا! دوسرا چیلنج آج ہمارے لیے ختم نبوت کا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کوئی نیا کام نہیں ہے۔دراصل یہ دستور سازی کے کام ہی کی ایک اہم کڑی ہے جسکی تکمیل باقی ہے۔دستور کے کام میں اور اس کام میں ایک خوش آئند فرق یہ ہے کہ آج ایوان کی پوری کمیٹی یک جان اور پوری یک جہتی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔آج یہاں جماعتیں نہیں، آج یہاں اپوزیشن اور حکمران جماعتیں نہیں بیٹھی ہیں، بلکہ ایک کمیٹی کے تمام ممبران مکمل اتحاد اور اتفاق کے ساتھ اس کام کو کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بات میں کہوں تو شاید لوگوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کروں گا کہ جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کسی ممبر کو اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے، بلکہ حکمران پارٹی کے لوگ کسی طرح بھی کسی دوسرے ممبر سے کم سرگرم عمل نہیں ہیں۔

اس تین مہینے کی پچھلی مدت میں اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر، خواہ وہ مذہبی ہوں، اقتصادی ہوں، معاشی ہوں، ان پر بھرپور روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ہم نے گواہاں کے بھی بیانات سنے ہیں۔ ہم نے ان کے جوابات کو بھی دیکھا ہے۔ اسکے بعد جناب چیئر مین! میں سمجھتا ہوں کہ کمیٹی کو چار سوالات کے حل تلاش کرنا ہیں۔ اولاً یہ کہ کیا ربوہ اور لاہوری جماعت میں عقیدے کی لحاظ سے کوئی فرق ہے۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے۔ ثانیاً یہ کہ دستور میں ایسی کیا ترامیم کی جائیں جس سے یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے بہتر طریقے پر حل ہو جائے۔ ثالثاً یہ کہ دستور میں ترمیم کی روشنی میں کیا کوئی قانون سازی ضروری ہے۔ اگر ہے تو وہ کیا ہے رابعاً یہ کہ معاملات کو درست نہج پر ڈالنے کے لیے ایسے کون سے انتظامی اقدامات ہیں جو ہمیں فوراً یا تجرید کے ساتھ کرنے چاہیں۔

جہاں تک پہلے معاملے کا تعلق ہے، یعنی ربوہ اور لاہوری جماعت کا فرق۔ ان دونوں فریقوں کے فراہم کیے ہوئے لٹریچر سے، ان کے جوابات سے یہ بات بالکل ثابت ہوگئی ہے بغیر کسی شک وشبہ کے کہ عقیدے کے معاملے میں ان دونوں میں کوئی فرق مطلق موجود نہیں ہے۔ دونوں مرزا کو مسیح موعود مانتے ہیں دونوں مرزا کو نبی مانتے ہیں، خواہ کسی معنی میں مانتے ہوں۔ دونوں یہ بات کہتے ہیں کہ جو لوگ مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے وہ کافر ہیں، خواہ کسی درجے کے کافر ہوں۔ دونوں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایسے کافر حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اس لیے میں یہ سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہوں گا کہ معاملہ عقیدے کے اختلاف کا نہیں بلکہ معاملہ گدی کے حصول کا ہے، دنیاوی مفادات کو حاصل کرنا ہے اسکے علاوہ کوئی اور بات نظر نہیں آتی۔ لاہوری جماعت گو تعداد میں بہت تھوڑی ہے لیکن جناب چیئر مین! میں سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے وہ زیادہ دھوکہ دیتے ہیں، جس طریقے سے وہ مسلمانوں کے ساتھ زیادہ گھول میل رکھتے ہیں، وہ ربوہ کی جماعت کے مقابلے میں مسلمانوں کے لیے خطرناک تر ہیں۔ ظاہر میں وہ اپنے

عقیدے کو چھپا کر، شکر میں لپیٹ کر قوم کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ۔
میرا خیال یہ ہے کہ کمیٹی بھی مجھ سے اتفاق کرے گی کہ عقیدے کا معاملہ دونوں کا بالکل یکسا
ہے۔ promised masiah (مسیح موعود) کا تصور دونوں جماعتیں پیش کرتی ہیں۔ اسلا
لٹریچر میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ یہ تصور بھی انہوں نے نصرانیت سے مستعار لیا ہے۔ او
نصرانیت نے، جس نے اس پودے کو لگایا تھا، تناور درخت تک اسکی آبیاری کی ہے۔

دوسرا معاملہ جناب! پھر ترامیم کا آتا ہے۔ تقریباً 3 ماہ اس کام کو کرنے کے بعد ختم نبوت کی مضحکہ خیز تاویلات سننے کے بعد اب اس ملک کا کوئی آدمی اس بات سے مطمئن نہیں ہو سکتا کہ دستور میں ختم نبوت کے عقیدے کو مزید توضیح کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ بات ہرگز ہرگز کافی نہیں ہو سکتی۔ تین مہینے کی اس تمام انتھک جدوجہد کے بعد قوم کا یہ خیال ہے کہ یہ بات بالکل ناگزیر ہے کہ دستور میں ایک ترمیم کے ذریعہ صراحت کے ساتھ یہ درج کیا جائے کہ مرزا کو ماننے والے خواہ وہ اسے کسی صورت میں مانتے ہوں، یعنی چاہے اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہوں، مسیح موعود مانتے ہوں، مجدد مانتے ہوں، محدث مانتے ہوں یا کچھ بھی مانتے ہوں، ایسے لوگ غیر مسلم ہیں اور وہ مسلمان نہیں، اس لیے کہ مرزا پر ایمان نہ لانے کے باعث وہ ہمیں خود کافر کہتے ہیں۔ اس بناء پر میرا خیال یہ ہے کہ نام لیے بغیر اگر محض تعریف کرنے کی کوشش کی گئی کہ ایسے ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں تو شاید معاملہ مزید پیچیدہ اور سنگین بن جائے گا، اور نہ اس سے قوم مطمئن ہو گی۔ تیسرے یہ کہ ملک کے دستور میں ترمیم کے بعد ضروری قانون سازی کی جائے اور دیکھا جائے کہ کس کس قانون میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ اسمبلی کی رہبر کمیٹی بھی اس معاملہ میں رہنمائی کرے گی۔ لیکن میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس کے بعد متعدد قوانین میں ترمیم کی ضرورت پیش آئے گی۔ اور دستور میں ترمیم

کے بعد اس بات کا فوری بندوبست کرنا لازمی ہے کہ ان کی مردم شماری کی جائے اور بلا تاخیر کی جائے کیونکہ لاہوری جماعت اور ربوہ والے دونوں نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ انہیں اپنے پیروکاروں کی تعداد کا صحیح علم نہیں گو یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی منظم جماعت کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے پیروکار کتنے ہیں۔ گو ان کا کہنا ہے کہ ان کے اندازے کے مطابق ان کی تعداد پاکستان میں 35 یا 40 لاکھ ہے، اور پوری دنیا میں ایک کروڑ کے لگ بھگ۔ جناب والا! اگر وہ یہ بات کہتے ہیں کہ ہم پاکستان میں تیس چالیس لاکھ ہیں اور دنیا میں ایک کروڑ ہیں تو دنیا سے تو ہمیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ بات ضرور جاننا چاہیں گے کہ پاکستان میں انکی صحیح تعداد کیا ہے۔ اس مقصد کیلئے ان کی مردم شماری کی جائے اور یہ بغیر کسی تاخیر کے کی جائے۔ یہ بنیادی چیز ہے جو بغیر کسی پس وپیش کے ہونی چاہیے۔

جناب والا! چوتھا مرحلہ انتظامی معاملات کا ہے جو حکومت کو حل کرنا ہوگا۔ میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ ہمارا مقصد ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم مرزا کے ماننے والوں کے جائز حقوق چھیننا چاہتے ہیں، جیسا کہ وہ آج پوری دنیا میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ بلین آف ڈالرز کی وہ جائیدادیں جو پاکستان میں انہوں نے کمائی ہیں وہ پاکستان کے مسلمان ان سے چھین لینا چاہتے ہیں، انکو غصب کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کا کوئی مسلمان یہ نہیں چاہتا کہ وہ انکی املاک بغیر کسی حق کے چھینے۔ پاکستان کے دستور کا مطالعہ دنیا کا ہر انسان کر سکتا ہے، اور میں یہ بات بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ دستور پاکستان نے اقلیتوں کی حفاظت کے لیے انکو قانون کے سامنے یکساں قرار دیا ہے۔ انکے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کیلئے ہم نے جو آرٹیکل اور جو پروویژن دستور میں رکھے ہیں اس میں دنیا کے متمدن ترین ملک کا دستور بھی ہمارے دستور کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور پھر جناب والا! میں دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں

کہ دستور میں کسی چیز کے لکھنے ہی کا معاملہ نہیں ہے جہاں تک عمل کا تعلق ہے، تمام غیر مسلم اقلیتیں اس بات کی شہادت دینے پر مجبور ہونگی کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ صرف منصفانہ ہی نہیں بلکہ فیاضانہ سلوک کیا رہا ہے اور کیا جاتا رہے گا، اس لیے کہ ہمارا دین ہمیں یہی بات سکھاتا ہے کہ ہم اقلیتوں کی حفاظت کریں اور انکے ساتھ فیاضانہ سلوک کریں۔

اصل میں ہم جو بات کہنا چاہتے ہیں وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مرزا کے ماننے والوں نے ماضی میں اپنے حقوق سے بڑھکر جو چیزیں حاصل کی ہیں اور جس طریقے سے انہوں نے مستحقین کے حقوق کو پامال کیا ہے اسکی پورے طریقے سے چھان بین کی جائے اور جو چیزیں انکے پاس بغیر کسی حق کے موجود ہیں مکمل تحقیقات کرنے کے بعد حکومت ان سے ایسی چیزوں کو واپس لے لے، اس لیے کہ ان کا ان پر کوئی حق نہیں بنتا۔ اصل میں یہ گروہ یہ چاہتا تھا کہ وہ بادشاہ گر بن جائے اور انکی خواہش یہ تھی کہ انکے اوپر قانون لاگو نہ ہو۔

جناب والا! ہمیں یہ بات بتائی گئی ہے کہ زرعی اصلاحات کا قانون پاس ہونے کے بعد چونکہ انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا تھا لہٰذا پاکستان پیپلز پارٹی سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ زرعی اصلاحات کا قانون انکی زمینوں کے اوپر جاری نہ کیا جائے۔ اور اسی طرح کا ایک اور مطالبہ کیا کہ تعلیمی اداروں کو جس طریقے سے قومیایا گیا ہے اور ان میں اصلاحات کی گئی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کے مدارس کو سکولوں کو، کالجوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ربوہ کے اندر انکی ریاست در ریاست موجود رہے۔ بلکہ پاکستان میں جس جگہ بھی مرزا کے ماننے والے موجود ہوں انکو اچھی پوزیشن حاصل ہو، اور ملک کے جو عام قوانین ہیں انکے اوپر جاری نہ ہوں۔ جناب والا! اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو انکو استحقاقی پوزیشن حاصل ہے یہ غلط طریقے سے حاصل ہے، اسکو ختم کیا جائے۔ اس پوزیشن کو ختم کرنے کیلئے ہم یہ بات کہتے ہیں کہ انکو کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔ ملازمتوں میں انکو اتنا حصہ دیا جائے جتنی انکی آبادی کا تناسب تقاضا کرتا ہے۔

آخر میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بصیرت دے اور اس بات کی ہمت دے کہ اس معاملے کو اس طریقے سے پورا کر سکیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخرو ہو سکیں اور قوم بھی مطمئن ہو جائے شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you very much.

ڈاکٹر محمد شفیع: مولانا! آپکی باری بھی آجائے گی۔ آپ نے کتاب سے پڑھنا ہے، اور یہ بغیر کتاب کے ہیں۔ اور بغیر کتاب کے جو ہیں انکو زیادہ ٹائم ملے گا۔ چوہدری جہانگیر علی صاحب! آپ بھی آج بولیں گے کاڈر کی بنیاد پر یا ویسے ہی؟

چوہدری جہانگیر علی: جناب! کاڈر کی بنیاد پر۔

Mr. Chairman: Thank you very much. Dr. Mohammad Shafi.

Dr. Mohammad Shafi: Mr. Chairman, Sir, the issue started as "Khatm-i-Nabuwwat"but during our deliberations I think we have surveyed whole of the Mirzaiyat *vis-a-vis* Islam, and I being by nature inclined towards religion, have attended these meetings regularly and I have listened to them very attentatively and I have drawn my own conclusions which may not be acceptable to other members, I do not know. In my opinion, they do not believe that Muhammad (Peace be upon him) is the last and the greatest Prophet. Both the groups believe Ghulam Ahmad as the last and the greatest prophet. This is my own reading. And, therefore, they do not take the life of Muhammad (Peace be upon him) as the model for them; they take the life of Ghulam Ahmad as the model for them. That means that they have got their own Sunnah which has nothing to do with our Sunnah. The story does not end there. They have got their own "Kalima", their own "Darood", their own Masjid-i-Aqsa and therefore their own "Qibla", and they have got their own site for Haj, and everything is different from us. They do not join us in the prayers; they do not join us even in "Janaza" prayers; they do not like to offer their daughters for marriage to us, although very cleverly they accept our daughters for their marriage.

Now what is the end-result of that? That clearly means that they have themselves dissociated from the Muslims since the last 75 years, and it is a reality which already exists and we only have to recognize it. And you know, Sir, we all are very fond of recognizing the realities and let us recognize this reality also.

Now, this is one aspect of the issue. The other is that they do not stop there. They have got a parallel Government running in Rabwa which in my opinion is virtually Vatican. They have got their own Ministries under the name of I think "Nazirs" or some such thing-*Nazir-i-Umoor-i-Kharja* and *Nazir-i-Umoor-i-Dakhila* and such like things. They call themselve Nazirs. Now this thing is being helped by their hidden employees which we do not know in most cases. They are helped by the Qadiyanis who serve in our Departments. All the statistics and all the data are provided by them to that Government.

[At this stage Mr. Speaker vacated the Chair which was occupied by Madam Depuy Speaker (Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi]

Dr. Mohammad Shafi: They have boasted that they are serving Islam in foreign countries. One example that they have given for that is that they saved the Muslims in Israel when the Israelis captured that territory. Well that may be so that they saved the Muslims there. But the question arises: who saved the Qadiyanis there? Well, somebody must have saved them. If the Jews have saved them, even they must have done so with certain motives, and those motives are to be judged by us.

Having drawn these conclusions, what is the solution for that? The solution is, in which the whole House is unanimous, that we recognize the reality which is already existing. They have already dissociated themselves from us, and we only have to declare it to be so. But, In this case, I would leave it to the Government to take the national and international factors into consideration and then take the appropriate steps.

Thank you.

محترمہ قائمقام چیئرمین: چوہدری جہانگیر علی! آپ بولیں گے؟

چوہدری جہانگیر علی: جی ہاں، میں بولوں گا۔

محترمہ قائمقام چیئرمین: بولیں۔

چوہدری جہانگیر علی: جناب ڈپٹی چیئرمین صاحب! موجودہ مسئلہ جو اس خصوصی کمیٹی کے سامنے درپیش ہے، یہ مذہبی اہمیت کا بھی حامل ہے اور سیاسی نتائج بھی اس سے منسلک ہیں۔ اس مسئلے نے 29 مئی 1974ء کے بعد اس ملک میں جو صورت حال پیدا کی اس کے متعلق 13 جون 1974ء کو جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب وزیر اعظم اپنے نقطہ نظر کا اظہار فرما چکے ہیں اور انہوں نے ملک وقوم کے مفاد کے پیش نظر اس مسئلے کو اس ملک کے سب سے بڑے ادارے قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا، اور قومی اسمبلی نے خود فیصلہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک سپیشل کمیٹی میں تبدیل کیا اور تقریباً دو ماہ ہوئے کہ اس مسئلہ کے اوپر اس ہاؤس کے اندر شہادتیں بھی پیش ہوئیں، بیان بھی ہوئے اور جرح بھی ہوئی میں واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ جو شہادت ریکارڈ پر آئی ہے اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ کیا فریقین اپنے اپنے کیس کو ثابت کرنے میں کامیاب رہے ہیں کیا احمدی جماعت کے لیڈر اپنے کیس اس ایوان کے سامنے ثابت کر چکے ہیں؟ انہوں نے حزب اختلاف یعنی غیر احمدی مسلمانوں کا کیس ناکام کر دیا ہے؟ یا غیر احمدی مسلمانوں کے دعوے کو وہ رد نہیں کر سکے؟ اور اپنے دعوے کی بھی صحیح طور پر تصدیق نہیں کر سکے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! مجھے 1970ء کا وہ ماحول یاد ہے جب جناب ذوالفقار علی شہر شہر اور قریہ قریہ اپنی پارٹی کا منشور بیان کرنے کے لیے اور غریب عوام کو سیاست سے روشناس کرانے کے لیے ان میں سیاسی تدبر پیدا کرنے کے لیے دورے کیا کرتے تھے۔ میں نے اکثر مقامات پر دیکھا کہ جناب بھٹو سے مذہب کے متعلق اکثر سوال کیے جاتے تھے اور ختم نبوت کے متعلق آپ

سے استفسار کیا جاتا تھا۔ خود میرے شہر سرگودھا میں لوگوں نے جناب بھٹو کے سر پر قرآن رکھ کر یہ پوچھا تھا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، تو انہوں نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ جو آدمی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا میں اسے مسلمان نہیں سمجھتا، اور میں خود ایسا مسلمان ہوں جس کا ختم نبوت کے اوپر اعتقاد ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو معلوم تھا کہ اس ملک کے اندر آئینی بحران ہے اور سالہا سال سے ملک بغیر کسی آئین کے چل رہا ہے جناب بھٹو نے عوام سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف ان کو عوامی دستور دیں گے بلکہ ان کو اسلامی دستور دیں گے۔ ان کو یہ بھی یقین تھا کہ اسلامی دستور بنانے کیلئے زیادہ سے زیادہ ممبران قومی اسمبلی اگر مسلمان ہوں اور صحیح عقیدے کے مسلمان ہوں تو پھر ہم اتفاق رائے سے غیر متنازعہ قسم کا اسلامی دستور اس ملک کو دے سکیں گے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! شاید یہی وجہ تھی کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی کیلئے اپنی پارٹی کا ٹکٹ کسی احمدی یا قادیانی کو نہیں دیا، اور آج ہم یہ بڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اس ہاؤس کے سو فیصد ممبران کا عقیدہ ختم نبوت پر ہے اور وہ اس کے اوپر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتفاق رائے سے اس ملک کو ایک عوامی اور اسلامی دستور دے چکے ہیں اور اس اسلامی دستور میں ہم نے نظریہ ختم نبوت کو بھی تحفظ دیا ہے، اور اگر میں آپ کے سامنے دستور کے تھرڈ شیڈول کی عبارت پڑھکر سناؤں تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اندر واشگاف الفاظ میں ختم نبوت کو تحفظ دیا گیا ہے، اور جو آدمی ختم نبوت کے اوپر ایمان کا اور اعتقاد کا حلف نہیں اٹھاتا وہ اپنے آپ کو نہ مسلمان کہلوا سکتا ہے نہ کرسی صدارت پر بیٹھ سکتا ہے اور نہ ہی وزارت عظمیٰ کی کرسی پر متمکن ہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! جہاں تک مذہبی عقیدے کا تعلق ہے اس پر بہت سارا لٹریچر اس کارروائی کے دوران مختلف اسلامی اور احمدی عقیدہ رکھنے والوں کی جانب سے ممبران قومی اسمبلی

کے پاس آیا اور ہم نے ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ فاضل ممبران قومی اسمبلی مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب اور مولانا عبدالحکیم صاحب نے جو اسلامی عقیدے کا بیان اس کمیٹی کے سامنے پڑھ کر سنایا ہے، عقیدے کے لحاظ سے میں ان دونوں کے بیانات سے سو فیصد متفق ہوں۔ لیکن اگر ہم نے صرف اپنے علمائے کرام کے بیانات پر اور انکے وعظ و نصیحت پر ہی فیصلہ کرنا تھا تو پھر اسمبلی کے سامنے لاہوری جماعت اور ربوہ جماعت کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی اجازت دینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ وعظ و نصیحت سن کر ہی ہم اسی وقت فیصلہ دے سکتے تھے کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا غیر مسلم ہیں۔ مگر چونکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی دوسرے فریق کے خلاف فیصلہ دینے سے پہلے آپ اس کو ضرور سماعت کر لیں اور اس کے عزرات سن لیں۔ یہی نیچرل جسٹس اور good conscience کا تقاضا ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! یہی وجہ ہے کہ قادیانی لیڈروں کو اپنا نقطہ نظر اس اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت دی گئی، بلکہ انہوں نے خود اسکا مطالبہ کیا تھا کہ فیصلہ دینے سے پہلے ہمیں اسمبلی کے سامنے پیش ہو کر اپنی پوزیشن اور اپنا عقیدہ واضح کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان کے بیانات پر جرح کے دوران میں نے کوشش کی کہ میں زیادہ سے زیادہ عرصہ کارروائی کے دوران حاضر رہوں اور میں نے یہ کوشش بھی کی کہ اگر وہ کوئی اس قسم کے دلائل پیش کر سکیں یا ثبوت دے سکیں کہ ان کا عقیدہ سچا ہے اور وہ مجھے قائل کر سکیں۔ تو شاید میں ان کے عقیدے پر ایمان لے آؤں۔ اسی نظریہ سے میں نے ان کے تمام دلائل سنے وہ شہادت جو اس اسمبلی کے ریکارڈ پر آئی ہے، اگر میں اس کا آپ کے سامنے اور فاضل ممبران اسمبلی کے سامنے جائزہ لوں تو ہم یہ دیکھ لیں گے کہ کیا ان کا نظریہ اس قابل ہے کہ میں اس پر ایمان لے آتا، یا انکا نظریہ اس قسم کا ہے کہ میں اس کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! ان تحریری بیانات کا جوانہوں نے داخل کئے ہیں، اور اس مؤقف کا جو جرح میں ان سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ملاحظہ کرنے کے بعد ہمیں ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنے کیلئے یہ نکات زیر غور لانے ہوں گے کہ گواہ کا status کیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ وہ فارسی دان ہے، وہ عربی میں مولوی فاضل ہے، اس نے اکسفورڈ سے گریجوایشن کی اور وہیں سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ پاکستان اور ہندوستان میں 1940ء سے لیکر 1965ء تک ایک کالج کا پرنسپل رہا۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! یہی نہیں بلکہ جس شخص کو یہ کہتے ہیں کہ وہ امتی یا تشریعی یا آخری نبی ہے۔ اسکا یہ پوتا ہے اور خلیفہ ثانی کا لڑکا ہے۔ یہ اس گواہ کا status ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا اس گواہ نے اپنے status کے مطابق صحیح بیان دیا یا ہیرا پھیری کی ہے، اس نے جھوٹ بولا ہے یا اس نے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے، اس نے سوالات سے کترانے کی کوشش کی ہے، اس کے رویہ اس ہاؤس میں hostile رہا ہے یا نہیں؟ اس نے عدم تعاون کا ثبوت تو نہیں دیا یا حقائق کو چھپانے کی کوشش تو نہیں کی؟ کیا وہ اپنے کیس کو ثابت کرنے کیلئے اپنے مخالف دلائل کو رد کر سکا ہے؟ یا وہ اپنے کیس کو ثابت کرنے کے لیے دوسرے کے کیس کو جھوٹا ثابت کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! میں چند نکات لے کر بیانات کی روشنی میں ان نکات پر اس گواہ کے کردار اور اس کے کریکٹر اور اس کے عقیدے کا آپ کے سامنے تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے میں یہ پوائنٹ لوں گا کہ اس نے اپنے خلیفہ ثالث منتخب ہونے کے متعلق اس ہاؤس میں کیا کہا؟ کیا یہ ایسے دلائل ہیں جن سے ہم تسلیم کر لیں کہ جس شخص کا (نبی کا) یہ تیسرا خلیفہ ہے وہ بھی برحق تھا اور یہ اس کا تیسرا خلیفہ بھی برحق ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی چیئرمین! اگر ہم کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دیں تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ، آپ کی تعلیمات اس کے سامنے بیان کریں اور ان کو سپورٹ

کرنے کے لیے آپؐ کے خلفاء راشدین کے کردار کا، ان کی قربانیوں کا، ان کی راستبازی کا بھی ہم جائزہ لیں۔ جس شخص کے خلیفہ کا کردار شک وشبہ سے بالاتر ہوگا یقیناً اس کی نبوت بھی سچی اور واجب القبول ہوگی۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ خلفاء راشدین کے کردار نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کو، آپکی نبوت کو اور آپ کے کردار کو اپنے عمل سے، اپنے قول وفعل سے کس حد تک برحق اور سچا ثابت کرنے کی کوشش کی، کس حد تک بلند رکھا، کس حد تک سپورٹ کیا۔ اسی طرح ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس تیسرے خلیفہ نے اپنے نبی کے کردار کو کس حد تک سپورٹ کیا ہے۔ کیا اس کا کردار ایسا ہے جس سے ثابت ہو کہ یہ واقعی ایک نبی کا تیسرا خلیفہ ہے اگر اس کا کردار ایک خلیفہ کے کردار کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ نبی بھی اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کو نبی تسلیم کریں۔

اپنے انتخاب کے متعلق اس نے کہا ہے کہ مجھے جماعت احمدیہ نے انتخاب کے ذریعے اپنا امام بنایا ہے، مجھے الیکٹورل کالج کے ذریعے منتخب کیا گیا۔ اس کالج کے ممبران کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے۔ اس میں تبلیغی مشن کے کچھ لوگ، جماعت کے اندرونی مبلغین، ذمہ دار عہدیداران وغیرہ وغیرہ شامل ہیں کچھ ممبروں کو ضلع کی تنظیم نے نامزد کیا ہے اور جب ہم نے اس سے یہ پوچھا کہ کیا آپ کے الیکٹورل کالج کے ممبران کی کوئی آخری لسٹ آپ کے پاس ہے تو اس نے کہا ہمارے پاس کوئی آخری لسٹ موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا انتخاب بلا مقابلہ ہوتا ہے، اسے contest نہیں کہا جاتا۔ کوئی دیگر شخص اپنا نام پیش نہیں کرسکتا۔ الیکشن کے قواعد ہمارے پاس نہیں ہیں، صرف روایات ہیں۔ خلیفہ کو سبک دوش کرنے کا کوئی طریقہ کار باقاعدہ نہیں ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ الیکٹورل کالج کے ممبران کے ذہن پر اللہ تعالیٰ کا اثر ہے۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی ان کا خلیفہ بھی چاہے تو وہ بھی نبوت کا دعویٰ کرسکتا

ہے)۔خلیفہ کو کوئی ذہنی یا جسمانی مرض لاحق نہیں ہوسکتا۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔(اب آپ دیکھ لیں کہ یہ عقیدہ کس حد تک صحیح ہے۔کل نفس ذائقۃ الموت۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔اور ان کا خلیفہ ایسا ہے کہ شاید موت کا ذائقہ بھی ان کے عقیدہ کے مطابق نہ چکھتا ہو، تاوقتیکہ وہ خود ہی مرنا نہ چاہے) خلیفہ کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ایسی کوئی باڈی نہیں جو خلیفہ کے فیصلے کو over-rule کر سکے۔خلیفہ مجلس شوریٰ کے فیصلے میں ردو بدل نہیں کرتا۔خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔اس سے استعفاء نہیں لیا جا سکتا۔(مرزا ناصر احمد کے اس بیان میں تضاد ہے۔ایک طرف وہ کہتا ہے کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ الیکٹورل کالج خلیفہ کو منتخب کرتا ہے جسکی کوئی حتمی فہرست یا کوئی ریکارڈ ان کے پاس نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! ان کے نبی کی یعنی مرزا غلام احمد صاحب کی فیملی کے متعلق جب اس سے پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی فیملی کن اصحاب پر مشتمل ہے تو دیکھئے کہ وہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ اسکا استدلال قدرتی ہے یا بناوٹی ہے یا اس میں کسی جل سے کام لیا جا رہا ہے۔وہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب کی فیملی سے مراد ان کے صرف تین بیٹے ہیں۔ان کی دیگر اولاد فیملی میں شامل نہیں۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! عام عقیدہ یہ ہے کہ ایک شخص کے نطفے سے جتنے بھی اقرار ہونگے وہ اس کے افراد کنبہ ہونگے۔ہمیں نہیں پتہ کہ کیا اس کی اولاد میں سے صرف تین ہی افراد ان کے نطفے سے تھے۔

اس کے بعد مرزا ناصر احمد گواہ امیر المومنین ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور امیر المومنین کا جو وہ مطلب بیان کرتا ہے اب آپ یہ دیکھئے کہ کیا وہ ہمارا بھی امیر ہوسکتا ہے۔کیا اس کی نظر میں، کیا اس کے عقیدہ کے لحاظ سے ہم بھی مومنین کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ان لوگوں کا امیر جو ہمارے نظریئے سے متفق ہوں امیر المومنین کہلاتا ہے۔اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ ان

ملر یئے سے متفق نہیں ہیں وہ مومنین نہیں ہیں۔ مومن صرف وہ لوگ ہیں جو ان کا عقیدہ رکھتے
۔ گواہ نے وضاحت کی کہ میں تمام مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ نہیں ہوں۔ اگر وہ اپنے آپ کو تمام
سانوں کا خلیفہ ثابت کرتا تو یقیناً ہم اس کو مان لیتے بشرطیکہ اسکا ثبوت نا قابل تردید معیار کا
ا۔

اس نے مزید کہا ہے کہ ہماری جماعت کے اغراض و مقاصد حقیقی اسلام قائم کرنے کی
شش کرنا ہے۔ سیاسی مفادات حاصل کرنا، سیاست میں حصہ لینا، سیاست سے فائدہ اٹھانا
ارا نقطۂ نظر نہیں ہے۔ سیاست ہمارے اغراض و مقاصد میں شامل ہی نہیں ہے۔ آگے چل کر
ناب ڈپٹی چیئرمین! میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ جب یہ مسلمان اور غیر مسلمان کی تعریف کرتے
یں وہاں بھی سیاسی مسلمان اور غیر سیاسی مسلمان کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ کافر کی تعبیر
کرتے ہیں تو اس میں بھی سیاسی کافر اور غیر سیاسی کافر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ کی نفری یا تعداد کے متعلق جب ان سے پوچھا گیا تو آپ دیکھئے کہ ان کا کیا سٹینڈ ہے اور انہوں نے اپنا مؤقف کیا اختیار کیا ہوا ہے۔ جواب میں مرزا ناصر احمد نے کہا ہے کہ اس کا کوئی ریکارڈ ان کے پاس نہیں ہے کہ پاکستان میں گزشتہ بیس سال سے کتنے احمدی convert ہوئے ہیں یا جماعت میں کتنے لوگ شامل ہوئے ہیں، ہم کوئی ایسا ریکارڈ نہیں رکھتے جب پوچھا گیا کہ بیعت کے رجسٹر کی گنتی کی جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ہے کہ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ یہ گواہ امیر جماعت احمدیہ ہے۔ خلیفہ ثانی ہے اور امیر المومنین ہے، اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی جماعت کی کل نفری کتنی ہے، نہ اس نے ریکارڈ قائم کرنے کی کوشش کی ہے، نہ اس کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ریکارڈ موجود ہے یا نہیں ہے۔ پھر آگے چل کر پلٹتا ہے اور کہتا ہے

کہ میرے اندازے کے مطابق پاکستان میں پینتیس 35 چالیس لاکھ احمدی ہیں، دنیا میں ایک کروڑ ہیں۔ مرزا صاحب کی وفات کے وقت چار لاکھ احمدی تھے، 1954ء کی مردم شماری میں اگر تعداد چند ہزار درج ہے تو وہ غلط ہے، مردم شماری کے اعداد و شمار کبھی درست نہیں ہوتے۔ مجھے علم نہیں کہ منیر کمیشن کے سامنے جماعت احمدیہ میں سے کس نے جماعت کی تعداد دو لاکھ بتائی تھی، یہ تعداد غلط ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی ہماری تعداد غلط تحریر ہے۔ اگر آپ کہیں کہ احمدیوں کی تعداد دو لاکھ ہے تو میں کسی دستاویز سے اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ البتہ اگر آپ کسی ریکارڈ یا سرکاری دستاویز سے ثابت کر دیں تو میں تردید نہیں کرونگا۔ کوئی حتمی مردم شماری نہیں کی گئی اس لیے تعداد اندازے سے بتائی گئی ہے۔ اب تعداد پینتیس چالیس لاکھ ہے۔ بوقت تقسیم ملک چار لاکھ تھی۔ اسوقت تیس پینتیس ہزار ہندوستان میں رہ گئے تھے۔

اس کے بعد گواہ اسمبلی کے اختیارات کو چیلنج کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسمبلی کو کسی کو کافر قرار دینے کا اختیار نہیں ہے۔ میں اس کے بیان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس اسمبلی کو یہ تعین کرنے کا حق حاصل ہے کہ یہ اسمبلی جس نے اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا ہے کسی فرقے کے متعلق یہ بھی فیصلہ دے سکتی ہے اور قانون اور دستور میں یہ ترمیم کر سکتی ہے کہ کون صحیح عقیدے کا مسلمان ہے اور کون نہیں ہے۔ اس نے اسمبلی کے اختیارات کو چیلنج کرتے ہوئے اپنی جرح میں کہا ہے کہ مذہبی آزادی ہر شخص کو ہونی چاہئے۔ میرا کہنا ہے کہ کوئی بے وقوف ہی اس کی تردید کرے گا۔ میں نے دستور کی دفعہ آٹھ اور بیس 20 کے تحت اسمبلی کے اختیار کو چیلنج کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اسمبلی جو کہ سپریم باڈی ہے ان دفعات کی ترمیم کر سکتی ہے۔ میں نے اپنے تحریری بیان یعنی محضر نامے میں یہ بات کہی ہے کہ صرف مسٹر بھٹو، مفتی محمود اور مولانا مودودی کو ہی نہیں بلکہ دستور ہر پاکستانی کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔ جب

کوئی اپنے مذہب کا اعلان یا اقرار کرے تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس میں اعتراض یا مخالفت کرے۔ اگر کوئی دنیاوی فائدے اور لالچ کے لیے مذہب کا اعلان کرے تو قرآن پاک کہتا ہے کہ اس میں مداخلت نہ کی جائے۔ البتہ اگر کوئی دھوکہ دہی کے لیے مذہب کی آڑ لے تو میں اس کی مذمت کرتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ (اس لیے ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ چونکہ یہ غیر مسلم ہیں اس لیے ان کو مسلمانی کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں)۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ جب آپ ایک غیر احمدی کو کافر کہتے ہیں، اگر اسمبلی یہ قرارداد پاس کر دے کہ آپ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس کا وہ جواب دیتے ہیں کہ پھر جملہ غیر احمدی فرقوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے۔ (اس کا یہ مطلب ہے کہ اس اسمبلی کو یہ تو اختیار ہے کہ جملہ غیر احمدی فرقوں کو غیر مسلم قرار دے دے، مگر اس اسمبلی کو یہ اختیار نہیں کہ ایک احمدی فرقے کو غیر مسلم قرار دے سکے)۔ آگے چل کر پھر اس سوال کے جواب میں کہ مسلمان کون ہیں، اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے جسے مسلمان کہا ہے وہ مسلمان ہے، اور اس میں وہ چار حدیثوں کا حوالہ دیتا ہے۔ جو اس نے اپنے محضر نامے میں بیان کی ہیں۔ اس پر مفتی محمود صاحب کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔

اب ان کو اقلیت قرار دیئے جانے یا نہ دیئے جانے کے موضوع پر اس کے بیانات کا آپ کے سامنے جائزہ لیتا ہوں۔ گواہ مرزا ناصر احمد نے کہا ہے کہ اپنے فرقے کو اقلیت قرار دینے سے ہم مرزا صاحب کو روحانی پیشوا تصور کرنے میں اس طور پر پابندی محسوس کریں گے کہ اس سے ان لوگوں کی عزت نفس پر ہاتھ ڈالا جائے گا جو ہماری جماعت میں شامل ہونگے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اقلیت قرار دینے سے مداخلت نہیں بلکہ ہمارا تحفظ ہوگا تو ہمیں ایسے تحفظ کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! ان کے خیالات ملاحظہ فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی فرد ان کو غیر مسلم کہے تو ان کو حقوق میں مداخلت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر حکومت ان کو غیر مسلم کہے تو مداخلت ہوتی ہے۔ گواہ کا مؤقف یہ ہے کہ ان تین احادیث کی رو سے جو محضر نامے میں درج ہیں کسی حکومت کو حق نہیں کہ کسی کو غیر مسلم قرار دے اس نے کہا یہ درست ہے کہ جب میں یہ کہوں کہ مفتی محمود کو کوئی حق نہیں کہ ہمیں غیر مسلم کہے تو ہمیں بھی حق نہیں کہ ہم کہیں کہ مفتی محمود مسلمان نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! امّتی نبی کے متعلق مختصر سا جائزہ لیتے ہوئے اس گواہ کے خیالات اور بیانات کے میں آپ کے سامنے مختصر حوالے پیش کرتا ہوں۔ اپنے اس اعتقاد پر کہ مرزا صاحب امّتی نبی ہیں، ان کی ربوہ والی جماعت کا اور نہ لاہوری جماعت کا مؤقف غیر متزلزل نہیں ہے۔ ان کے قدم ڈگمگاتے ہیں۔ کبھی ایک پوزیشن اختیار کرتے ہیں کبھی دوسری اور کبھی تیسری پوزیشن اختیار کرتے ہیں بیانات اور جرح کے دوران ان کا سارا استدلال یہ رہا کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ اگر آپ اس پر اعتراض کرتے ہیں، چلیئے ہم ان کو مسیح موعود مان لیتے ہیں۔ اگر آپ مسیح موعود بھی نہیں مانتے تو ہم ان کو مہدی موعود مان لیتے ہیں۔ اور اگر آپ ان کو مہدی موعود بھی نہیں تسلیم کرتے تو چلیئے ان کو آنحضرت ﷺ کا ظل، ان کا سایہ کہہ لیں اور اس طرح وہ امّتی نبی ہیں، بروزی نبی ہیں۔ ان کا یہ مؤقف بھی ان کے اپنے بیان سے منتشر ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امّتی نبی وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے عشق اور محبت میں اپنی زندگی گزارے، اور تسلیم کیا کہ یہ درست ہے کہ دوسرے فرقوں کے لوگ مرزا صاحب کو امّتی نبی نہیں سمجھتے ایک جگہ جا کر وہ یہ بھی تسلیم کر گئے ہیں، درست ہے کہ ان کی کتاب حقیقت النبی میں درج ہے کہ مرزا صاحب امّتی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! آپ دیکھیئے اگر وہ شخص آنحضرت

ﷺ کے بعد حقیقی نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور اسکے خلیفہ اس بات کا پرچار کریں تو یہ یقیناً اسلام کو نہ صرف مسخ کرنے والی بات ہے بلکہ وہ لوگ اس ملک کے اندر ایک نیا اسلام، ایک نیا نبی اور ایک نئی امت قائم کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئر مین! سب سے بڑا پوائنٹ جو اس ہاؤس میں زیر بحث آیا جس پر اٹارنی جنرل صاحب نے ان پر بہت زیادہ سوالات کئے یہی ہے کہ کیا مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والا ہے کافر ہے اور کیا غیر احمدی مسلمان ہے یا نہیں؟ اپنے بیانات میں مرزا ناصر احمد گواہ نے جو باتیں کہی ہیں وہ یہ ہیں: ''کفر کے لغوی معنی انکار کرنے والے کے ہیں۔ جو لوگ بانی سلسلہ احمدیہ کے منکر ہیں وہ کافر ہیں۔ (لغوی معنوں میں اور اصلی معنوں میں کیا فرق ہے، وہ آپ یہاں دیکھیں کہ انہوں نے کیا حیرت انگیز فرق ڈالنے کی کوشش کی ہے)۔ منکر خدا تعالیٰ کے سامنے قابل مواخذہ ہے۔ کفر کے دو معنی ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے، دوسرے سیاسی کافر ہیں۔ (ویسے یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں) دیوبندی، اہلحدیث، بریلوی، یہ سب کے سب اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ مسلمان نہیں، بلکہ سیاسی مسلمان ہیں۔ پھر ان سے سوال کیا گیا کیا کافر کے معنی تمام لوگوں میں......

Madam Acting Chairman: May I request the honourable members to keep their tone low please. Thank you.

چوہدری جہانگیر علی: جناب ڈپٹی چیئر مین! جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا کافر کے معنی عام لوگوں کے نزدیک یہ نہیں کہ وہ غیر مسلم ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ وہ کس قسم کا کترانے والا اور کس قسم کا شرارتی جواب دیتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ تو عام آدمی ہی بتا سکتا ہے کہ عام آدمی

کے نزدیک اسکے کیا معنی ہیں میں اسکے متعلق کیا جواب دے سکتا ہوں۔ گواہ نے مزید کہا کہ جسے ہم کافر کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے سامنے قابل مواخذہ ہے۔ ایک sense میں وہ مسلمان ہے ایک sense میں وہ کافر ہے جو قرآن کے مطابق تمام نبیوں پر ایمان نہیں لاتا وہ مسلمان نہیں، اور میرے نزدیک اس حد تک خارج از دائرہ اسلام ہے کہ آخرت میں قابل مواخذہ ہے۔ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ گہنگار اور کافر ہے۔ کلمہ طیبہ سے انکار ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے مرزا صاحب سے انکار ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا، دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ جسٹس منیر نے ہماری اس بات کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ وہ ہمارا مؤقف تسلیم کرنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ (کسی عدالت یا کسی ٹربیونل کے فیصلے سے بچ نکلنے کا اور کترا جانے کا انہوں نے عجیب بہانہ تراشا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فلاں اتھارٹی، فلاں جج، فلاں عدالت چونکہ ہمارا مؤقف تسلیم کرنے کے موڈ میں نہیں تھی اس لیے اس نے ہمارے خلاف فیصلہ دیا ہے)۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ مرزا بشیر الدین نے کہا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو مانے اور عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانے، یا جو عیسیٰ علیہ السلام کو مانے نبی کریم ﷺ کو نہ مانے وہ کافر، پکا کافر ہے، تو اس کا جواب دیا کہ وہ سیاسی طور پر ایمان سے خارج ہے وہ شخص جو عدم علم کی بناء پر مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہ کرے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں، گو دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر ان کے نبی ہونے کا علم رکھتا ہو اور پھر نہ مانے، وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ گواہ نے کہا کہ ہم ان دونوں قسم کے لوگوں کو رشتہ نہیں دیتے۔ قرآن پاک میں دائرہ اسلام کا ذکر نہیں ہے بلکہ ملت اسلامیہ کا ذکر ہے۔ ہر وہ شخص جو ملت اسلامیہ کا فرد ہے وہ دائرہ اسلامیہ میں بھی ہے جو دائرہ اسلام میں نہیں ہے وہ ملت اسلامیہ کا بھی فرد نہیں ہے اس نے مزید بیان کیا کہ میرے نزدیک مرتد وہ ہے جو کہے کہ اسلام سے میرا تعلق نہیں رہا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اگر کوئی احمدی احمدیت ترک کر دے تو وہ لغوی معنوں میں مرتد ہو گیا، قرآنی معنوں میں نہیں۔

محترمہ قائمقام چیئرمین: آپ کتنا وقت لیں گے؟

چوہدری جہانگیر علی: جتنا وقت لے چکا ہوں اتنا اور لوں گا۔ میں ان کے بیانات کا جائزہ لے رہا ہوں اور یہ ایسی بات ہے جو اس سے پہلے اس ہاؤس میں زیر بحث نہیں آئی۔

اس نے یہ کہا کہ اگر کوئی مسلمان نیک نیتی سے غور کرے اور پھر مرزا صاحب کو نبی نہ مانے تو وہ گنہگار بمنزلہ کافر ہے۔ "جو شخص مرزا صاحب کے دعاوی کو اتمام حجت کے بعد بھی نبی نہیں مانتا آپ کے خیال میں وہ کس قسم کا کافر ہے؟" اٹارنی جنرل صاحب کے اس سوال کا اس نے جواب دیا کہ ایسا شخص بالکل کافر ہے۔ اور جب اٹارنی جنرل صاحب نے یہ پوچھا کہ یہ تمام اسمبلی ان کے تمام دعاوی کو آپکی تمام دلیلوں کے سننے کے باوجود اگر یہ کہے کہ وہ نبی نہیں ہے تو ان ممبران اسمبلی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہوگا؟ تو اس کا جواب دینے سے وہ کترا گیا۔

غیر احمدیوں کو رشتہ نہ دینے کے متعلق آپ اس کے استدلال سنیں۔ اس نے کہا مسلمان ایک وہ ہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج ہیں، دوسرے وہ ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہیں ہم دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں دیتے۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ عقیدے اور دین میں اور اپنے دعاوی کو ثابت کرنے میں اور ہمارے دعاوی کی تردید کرنے میں اس نے چکر ڈالنے کی کوشش کی۔ کہیں ایک چکر ڈالا، کہیں دوسرا چکر ڈالا، کہیں سیاسی چکر ڈالا، کہیں مومن کا چکر ڈالا ہے، کہیں مذہبی چکر ڈالا ہے، کہیں کافر کا چکر ڈالا ہے وہ کہتا ہے ہم دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں دیتے پھر اسکی وجہ جواز دیکھیئے۔ ایک مذہبی پیشوا ہے اور اپنے آپکو ایک نبی کا تیسرا خلیفہ ہونے کا دعوئ کرتا ہے، اور وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ یہ شرعی فتوئ تو نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہمیں توقع نہیں ہے کہ غیر احمدی مسلمان احمدی بیوی کے حقوق پورے کرے گا۔ احمدی سے اگر غیر احمدی لڑکی کی شادی ہو تو ہمیں امید ہے کہ احمدی نوجوان

ہماری توقع کے مطابق اپنی بیوی کے حقوق پورا کرے گا۔ (یہ کتنی بودی دلیل ہے اور کتنا کمزور استدلال ہے۔) گواہ نے مزید کہا کہ مرزا بشیرالدین صاحب نے مسلمانوں سے رشتے ناطے کرنے کو اسی لیے ناجائز اور حرام کیا ہے کہ جو چیز فساد پیدا کرتی ہو وہ ناجائز اور حرام ہے اس لیے وہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ہم غیر احمدیوں میں اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں کرتے یہاں بالکل جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ غیر احمدی کو کافر تصور کرتے ہیں، اس لیے اپنی لڑکیوں کے رشتے نہیں دیتے اور غیر احمدیوں کی لڑکیوں کے رشتے وہ اس لیے لے لیتے ہیں تاکہ اپنے عقیدے کے مطابق انہیں اپنے فرقے میں شامل کر سکیں۔

غیر احمدیوں کی نماز جنازہ یہ لوگ کیوں نہیں پڑھتے؟ ان کی کتابوں میں جو کچھ تحریر ہے، اس گواہ نے اس ہاؤس میں پیش ہو کر اس کا جواز پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ تمام عالم اسلام کو اور ان بیانات کو اور اس شہادت کو پڑھنے والوں کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم غیر احمدیوں کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ آپ دیکھئے اگر ایک عام فہم و فراست کا آدمی بھی اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تو انکا یہ دعویٰ بالکل غلط اور جھوٹا ہے۔ اس نے کہا کہ تمام غیر احمدی فرقوں نے ہم کو کافر کہا ہے اس لیے ہم غیر احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ ہم نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا گو انہوں نے ہماری تکفیر نہیں کی تھی مگر وہ شیعہ تھے اور شیعہ حضرات کے ہمارے خلاف کفر کے فتوے سن چکے تھے۔ مگر اپنی زندگی میں ان فتوؤں کو رد نہیں کیا تھا۔ ہم غیر احمدی بچوں کا جنازہ بھی اسی لیے نہیں پڑھتے کہ ان کے والدین نے ہمارے خلاف کفر کے فتوے دیئے یا سنے اور انہیں رد نہیں کیا۔ البتہ وہ بچہ جو جوان ہو کر اپنے والدین کے مذہب کو رد کر دے (اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب سے منحرف ہو کر مرتد ہو جائے) پھر اس کا جنازہ پڑھ لیں گے۔ ویسے جنازہ نہ پڑھنا کوئی سزا نہیں ہے، یہ تو فرض کفایہ ہے۔ اگر

ت میں سے بیس افراد یہ فرض ادا کر دیں تو سب کی جانب سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ جناب
ٹی چیئرمین! اسکا مطلب یہ ہوا کہ اگر غیر احمدی مسلمان مرجائے تو فرض کفایہ صرف غیر احمدی
لمان ہی ادا کریں گے تو اگر کوئی احمدی مرجائے تو اس کا یہ فرض کفایہ احمدی ادا کریں گے۔ اس
مطلب یہ ہے کہ انکا مذہب الگ ہے ہمارا مذہب الگ ہے، ان کا دین اور ہے ہمارا دین اور
۔ گواہ نے مزید کہا کہ لاہوری احمدیوں کی ہم نماز جنازہ پڑھتے ہیں کیونکہ انہوں نے ہمارے
ف کفر کے فتوے نہیں دیئے تھے۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ مرزا بشیر الدین نے کیوں
احمدیوں کا جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے، تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ میں مرزا بشیر الدین
فتوے کی نہ تصدیق کرتا ہوں نہ تائید کرتا ہوں جب تک مجھے اصل عبارت نہ دکھائی جائے۔
ص اپنے مذہب کا سب سے بڑا اسکالر ہے اور اپنی کتابیں اسے از بریاد ہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ
س نیک نیتی سے جواب دے رہا ہے۔

کیا اس نے evasive replies دیئے۔ کیا اس نے جان بوجھ کر ان سوالوں کا جواب
ینے سے کترانے کی کوشش کی جو کہ اس کے کیس کے جڑوں میں بیٹھتے تھے، یا اس کے موقف کی
کنی کرتے تھے اس کے متعلق جو اس نے کہا ہے وہ ذرا ملاحظہ فرمایئے۔ اس نے کہا ہے کہ غیر
ی بچے کے جنازے کے متعلق مرزا بشیر الدین نے جو کہا ہے میں نہ اسکی تصدیق کرتا ہوں، نہ
تائید کرتا ہوں۔ دوسری جگہ اس نے کہا کہ مجھے علم نہیں کہ تمام دنیا میں احمدیوں نے کسی غیر
ی کی نماز جنازہ یا غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

پھر کہتا ہے کہ اگر کوئی احمدی احمدیت ترک کردے تو لغوی معنوی سے مرتد ہو گیا۔ قرآنی
وی سے نہیں مرتد ہوا۔ پھر کہا کہ نہج المصلیٰ گو ہماری جماعت کی کتاب ہے مگر ہمارے لیے

ہمارا لا الٰہ اور ہے اور غیر احمدیوں کا لا الٰہ اور۔ اسی طرح ہمارا محمد رسول اللہ اور ہے دوسرے فرقوں کا محمد رسول اللہ اور ہے، اور یہ اختلاف معنوی لحاظ سے ہے۔ (جب ہمارے اور ان کے کلمے میں معنوی لحاظ سے بھی اختلاف ہوا تو پھر جناب ڈپٹی چیئرمین! وہ کیسے ہمارے اسلام کا جزو ہو سکتے ہیں؟ وہ کیسے ہمارا عقیدہ رکھ سکتے ہیں؟) پھر اس نے کہا کہ اسی طرح دیگر ارکان اسلام میں بھی معنوی فرق ہے دیگر ارکان اسلام میں کلمہ بھی ہے، نماز بھی ہے، زکوٰۃ بھی ہے، حج بھی ہے اور روزہ بھی جب ان کے روزے کے معنی اور ہیں اور ہمارے روزے کے اور، جب ان کی زکوٰۃ کے معنے اور ہیں اور ہماری زکوٰۃ اور، جب ان کے حج کے معنے اور ہیں اور ہمارے حج کے اور، تو پھر یا وہ مسلمان نہیں ہیں، یا ہم نہیں پھر دونوں فرقوں کا عقیدہ ایک نہیں ہو سکتا۔

مرزا غلام احمد نے کہا کہ "میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی"۔ جب گواہ سے اس کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا کہ "اس کا مطلب ہے کہ قرآن پاک کی امر و نہی کی اشاعت کی جائے، یعنی اس کی تجدید کی جائے"۔ تجدید اسکی ہوتی ہے جو اپنی اصل حقیقت، اپنی اصل حیثیت اور اپنا اصل اثر زائل کر دے۔ اگر ہمارا اسلام پرانا ہو گیا ہے، اگر ہمارا قرآن بوسیدہ ہو گیا ہے، اگر ہماری نبوت ہی بے اثر ہو گئی ہے، تو جبھی تو ان کو اسکی تجدید کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر وہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہمارے ایمان کو بھی برحق سمجھیں، ہمارے قرآن کو بھی برحق سمجھیں، ہمارے نبی کو بھی برحق سمجھیں تو جناب ڈپٹی چیئرمین! پھر اس ایمان کی یا اس قرآن کی یا اس اسلام کی تجدید کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد اور جگہ بھی اس نے ہیرا پھیری سے کام لیا ہے۔ وہ سنیئے۔ اکمل کی نظم۔ "غلام احمد کو دیکھیئے قادیان میں"۔ اس کے متعلق جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ 1934ء میں اسکی تردید آ گئی تھی، ویسے اکمل ہمارے لیے اتھارٹی نہیں ہے۔ اور جب یہ پوچھا گیا کہ کیا

دید آئی تھی تو اس کا جواب دیا کہ وضاحتاً تردید میں کہا گیا ہے کہ اگر مرزا غلام احمد رتبے میں
ے ہیں تو پھر تو غلط ہے، اور اگر یہ خیال لیا جائے کہ اشاعت اسلام مرزا غلام احمد کے زمانے
ں زیادہ ہوئی تو پھر معنوی لحاظ سے یہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ)
بی اکرم ﷺ سے بہت بڑے تھے۔نزول مسیح میں تحریر ہے کہ "اور جو میرے مخالف تھے ان کا
ام بھی عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا"۔اس نے کہا کہ یہ بات تسلیم ہے،ہم نے کہا کہ یہ ہمارا
عقیدہ ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ مرزا صاحب نے تو نام نہیں رکھا بلکہ رکھنے والے نے نام رکھا۔
جو حوالہ "انوار اللغات" ڈکشنری سے پڑھ کر اس کو سنایا گیا تو اس نے کہا کہ میں اسے تسلیم نہیں
کرتا، یہ معیاری لغت نہیں ہے۔اور دوسری جگہ وہ کہتے ہیں کہ:" کل مسلمانوں نے مجھے تسلیم کر
لیا ہے مگر انہوں نے نہیں کیا جو کنجریوں کی اولاد ہیں"۔مرزا ناصر احمد نے جواب دیا کہ مرزا
صاحب نے کہا ہے کہ کل مسلمان مجھے تسلیم کر لیں گے سوائے ان کے جو باغیوں شر پسندوں کی
اولاد ہیں۔یہ فعل حال نہیں فعل مزارع ہے۔اب اس نے اس چکر میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ
یہ حال کے معنی دے گا، یا ماضی کے یا مستقبل کے معنی دے گا۔مرزا بشیر احمد کی تحریر کہ " کہیں
کہیں میری تحریروں میں مسلمان کا لفظ بھی آیا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں وغیرہ وغیرہ"——اسکو
مرزا ناصر احمد نے تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ لفظی معنی تسلیم ہیں۔مگر معنوی لحاظ سے اس کا یہ مطلب
نہیں۔''ولد الزنا'' ''ذریعۃ البغایہ'' کا ترجمہ اس نے کیا ہے کہ ولد الزنا نہیں بلکہ اس کا مطلب
کچھ اور ہے، یعنی باغیوں کی اولاد ہے اور ''الفضل'' 22 اگست 1944ء میں جب اکمل کا قصیدہ
دوبارہ چھپا، جس کے متعلق انہوں نے کہا تھا کہ 1934ء میں اس کی تردید ہوگئی، اور تفصیل از قلم
اکمل اور اسکی اصل نظم انصاری صاحب نے اس ہاؤس میں پڑھ کر سنائی تو مرزا ناصر کے ہاتھوں
کے طوطے اڑ گئے۔جناب ڈپٹی چیئرمین! اگر گواہ سے یہ پوچھا جاتا کہ آپ کے ہاتھوں کے

طوطے واقعی اڑ گئے تو وہ کہتا کہ میرے ہاتھوں میں تو طوطے نہیں تھے'۔ اور اس ایوان کی چھت میں سے اڑ کر وہ کہیں جا ہی نہیں سکتے تھے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ تو طوطے ہی نہیں تھے' یہ اس قسم کا استدلال ہے جو بالکل بودا اور بے معنی ہے۔

جب ہم نے یہ پوچھا کہ اگر آپ اپنا عقیدہ رکھنے کے باوجود بھی ملت اسلامیہ کے فرد رہ سکتے ہیں تو پھر آپ نے علیحدگی علیحدگی کی رٹ کیوں لگا رکھی ہے۔ تو اس نے کہا کہ گو نہج المصلیٰ میں کہا گیا ہے کہ غیر احمدیوں سے دینی امور میں الگ رہو تاہم یہ کتاب ہماری جماعت کے لیے اتھارٹی نہیں ہے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ جب آپ اپنے آپ کو علیحدہ قوم جتلاتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا کہ ہم علیحدہ قوم بھی ہیں۔ دوسروں میں رشتے ناطے نہیں کرتے تاہم ہم دوسروں کا ذبیحہ کھاتے ہیں وہ دوسروں کا ذبیحہ کھانے سے اگر ملت اسلامیہ میں اپنے آپ کو رکھ کر ہمارے مذہب میں بھی اپنی مداخلت جاری رکھنا چاہیں تو یہ بالکل غلط بات ہے ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہم اہل کتاب کا ذبیحہ کھا لیتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا ایمان بھی وہی ہے جو غیر مسلم اہل کتاب کا ایمان ہے۔

<u>محترمہ قائمقام چیئر مین</u>: چوہدری صاحب! پونہ گھنٹہ ہو گیا ہے۔

<u>چوہدری جہانگیر علی</u>: میں جلدی ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں بعض حوالے چھوڑ دوں گا۔

جب یہ سوال کیا گیا کہ مرزا بشیر الدین احمد نے کیوں کہا کہ جب مسیح ناصری نے اپنے پیرو کاروں کو الگ کر دیا تھا، سو اگر مرزا صاحب نے بھی کر دیا تو کیا ہرج ہے؟ جواب اس نے یہ دیا کہ اس سے مطلب یہ ہے کہ احمدیوں کو غیر احمدیوں کے اثر سے بچایا جائے (اس لیے احمدیوں کو غیر احمدیوں کے اثر سے بچانے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ان کو غیر مسلم اقلیتی فرقہ قرار دے دیا جائے) اس نے یہ بھی کہا کہ یہ درست ہے کہ حقیقۃ النبوت میں مرزا صاحب کو امتی نبی

ں بلکہ حقیقی نبی کہا گیا ہے۔ اس کے بعد علمائے کرام اور انبیاء علیم السلام کی انہوں نے جو تکفیر
ی ہے اور مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ بننے کی کوشش کی ہے اور جو دشنام طرازی کی ہے اس کے
پر کافی بحث ہو چکی ہے اور اس میں مزید جانے کی ضرورت نہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کہ جب ان لوگوں نے مذہب کے علاوہ
عاشرت میں بھی، سوسائٹی میں بھی اپنا ایک الگ خول بنالیا، جب وہ ہمارے معاشرے میں مل
ل کر نہیں رہنا چاہتے، جب رشتے ناطے ہمارے ساتھ نہیں کرتے، جب وہ ہماری عبادت
یں شریک نہیں ہوتے تو پھر ان کا ہمارے مذہب کے ساتھ منسلک رہنے کا کیا مطلب ہے۔
جناب ڈپٹی چیئرمین! جب انہوں نے اپنا عدالتی نظام الگ کرلیا، جب انہوں نے اپنی مسجد اقصیٰ
لگ بنالی، جب انھوں نے اپنی جنت البقیع الگ بنالی، جب انہوں نے اپنا قصر خلافت الگ تعمیر
کرلیا تو پھر وہ کہاں کے مسلمان ہیں۔ ان کے فرقے کا پھر ہمارے فرقے سے قطعاً کوئی تعلق
نہیں ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! انہوں نے ایک متوازی گورنمنٹ بھی ربوہ کے اندر قائم کی
ہوئی ہے، ربوہ شہر کو انہوں نے closed city بنایا ہوا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو وہاں کاروبار
کرنے کی اجازت نہیں، نہ ملازمت کرنے کی اور نہ جائیداد حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ ان
لوگوں نے اپنے طرز عمل، اپنے عقیدے اور اپنے سیاسی نظریات سے اپنے آپ کو خود ہم سے
الگ ایک اقلیت قرار دے لیا ہے۔ اگر ان دونوں فرقوں کے اس اقدام کو ہم ایک آئینی اور قانونی
شکل دے دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی......

Madam Deputy Chairman: Try to conclude.

چوہدری جہانگیر علی: ......اور قومی اسمبلی اپنے اختیارات سے قطعاً تجاوز نہیں کرے گی۔
جناب ڈپٹی چیئرمین! کل چیئرمین صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اپنی تقریر کے علاوہ فاضل

ممبران کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ یہ تجویز پیش کریں کہ اس کا حل ان کی نظر میں کیا ہے۔ مختلف قراردادیں اس ہاؤس میں پیش ہوئی ہیں۔ کسی قرارداد سے میرا اختلاف نہیں ہے۔ بنیادی اور اصولی طور پر تمام قراردادوں کی روح صرف ایک ہے۔ صرف ان کے فراعات میں یا تفاصیل میں جا کر کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔ تو میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس قسم کا راستہ اختیار کرنا چاہئے جس سے نبی سازی کی بدعت کا ہمیشہ کیلئے قلع قمع ہو جائے چاہے کوئی قادیانی ہو، چاہے کوئی مرزائی ہو، چاہے کوئی لاہوری ہو، چاہے کوئی ربوی ہو اور چاہے کوئی آنے والا ایسا فریق ہو جو خدانخواستہ آنے والے کل کو اپنی ایک الگ نبوت کا اعلان کردے، تو ان سب باتوں کا اس ایک فیصلے سے سد باب اور علاج کر دینا چاہئے۔ اگر آج ہم مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیتی فرقہ قرار دے دیتے ہیں تو اگر کل کو مرزا ناصر احمد نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ پھر ملک میں خون خرابہ ہوگا، پھر یہاں پر بحرانی صورت پیدا ہوگی پھر یہ اسمبلی بیٹھے گی، مہینوں لاکھوں روپیہ اس بات پر صرف کردے گی اور از سر نو اس بات کا جائزہ لے گی کہ کیا آنے والا نبی اور اس کے پیروکار بھی مسلمان ہیں یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اتمام حجت کر دینا چاہئے اور اس قسم کی گنجائش نہیں چھوڑنی چاہئے کہ آئندہ آنے والا کوئی فرضی جعلی نبی پر اس قسم کا شوشہ دین اسلام میں چھوڑے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! قادیانی لاہوری اور ربوئی فرقوں کے لوگ جس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس قسم کی نبوت کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت میں آنے والے سالوں میں اور صدیوں میں کم از کم تیس کذاب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوں گے۔

آوازیں: تیس۔ تیس۔

چوہدری جہانگیر علی: تیس۔ میں تیس ہی کہہ رہا ہوں۔

محترمہ قائمقام چیئرمین: یہ تو ہو گیا ہے۔

چوہدری جہانگیر علی: میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر ہم جائزہ لیں تو ابھی تک تو پندرہ بھی پیدا
ہوئے، اور اگر آنے والے زمانے میں پندرہ اور کذاب پیدا ہوں تو ہمیں آج ہی ان کا حتمی
کر دینا چاہیئے۔

محترمہ قائمقام چیئر مین: جی شکریہ۔

چوہدری جہانگیر علی: اس لیے میں گزارش کروں گا کہ میں یہ تجویز کرتا ہوں، جیسا کہ کل
مین صاحب نے حکم دیا تھا میں چھ منٹ اور لوں گا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

محترمہ قائمقام چیئر مین: ایک گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔

چوہدری جہانگیر علی: میں دستور میں ترمیم کی مندرجہ ذیل تجویز پیش کرتا ہوں:۔

"In order to determine the status of Quadianis, Ahmadis a those who are non-believers in the faith of Khatam-i-Nabuw the Constitution be amended in the following manne namely:-

(1) That in the Third Schedule of the Constitution, in para the words "of any kind" be added at the end of fifth lin after the word 'Prophet'."

ور میری اس ترمیم کے بعد اس کا مطلب یہ ہو جائے گا:۔

"I,.......do solemnly swear that I am a Muslim and believe in the Unity and Oneness of Almighty Allah, the Books of Allah, the Holy Quran being the last of them, the Prophethood of Muhammad (peace be upon him) as the last of the Prophets and that there can be no Prophet of any kind after him, the Day of Judgment, and all the requirements and teachings of the Holy Quran and Sunnah".

اور اس کے بعد میری دوسری گزارش یہ ہے کہ:۔

(2) In Article 2 of the Constitution of Pakistan, the existing clause may be numbered as clause (1) and the following be added as clause (2):

کلاز نمبر 1 یہ ہے:۔

"Islam shall be the State religion of Pakistan."

اس کے بعد پھر یہ کہا جائے:۔

"A person who has a faith different from that laid down in the Third Schedule of this Constitution made for the oath of the President and the Prime Minister of Pakistan shall be, considered a non-Muslim, and the rights and obligations of the non-Muslims shall be determined by law."

اور تیسری بات یہ ہوگی کہ:۔

(3) In Clause (3) of Article 106 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, in the sixth line, the word "and" be substituted by a comma, and the following be added between the words "Parsi" and "communities", "and other minorities".

ان خیالات کے ساتھ......

[At this stage Dr. Mrs. Ashraf Khatoon Abbasi vacated the Chair which was occupied by Mr. Chairman, (Sahibzada Farooq Ali]

چوہدری جہانگیر علی: جناب سپیکر! میں جناب چیئرمین صاحب کا جنہوں نے کمیٹی کی کارروائی کے دوران اس ہاؤس کے ڈیکورم کو بہت اچھی طرح سے نبھانے کی کوشش کی، اور

اب اٹارنی جنرل کا جنہوں نے اتنی اچھی طرح سے گواہوں کو اپنی گرفت میں رکھا کہ جو بات وہ
انا نہیں چاہتے تھے وہ بھی ان سے اگلوا کر چھوڑی، مبارکباد پیش کرتا ہوں اور میں آخر میں پھر
پنے اس دعوے کو دھراتا ہوں کہ یہ فرقہ احمدیت قطعاً مسلمان نہیں ہے۔ اس کی دونوں جماعتوں
لو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ اور جیسا کہ میں نے دستور میں ترمیم کے متعلق ایک ریزولیشن پیش کیا
ہے، اس کو منظور فرمایا جائے اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کو، ان کے rights and obligations کو متعین کرنے کے لیے ایک الگ مرکزی قانون بنایا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولانا ظفر احمد انصاری!

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ میرے بہت سے کاغذات کسی اور صاحب کے پاس رہ گئے اور میں جس طرح اس کو پیش کرنا چاہتا تھا اس میں تھوڑی دشواری ہو گی۔ تاہم چونکہ سابقہ بیانات اور تقریروں میں بہت سی باتیں کافی حد تک واضح ہو گئی ہیں، خصوصاً جو مشترکہ بیان ہے بہت سے آدمیوں کے دستخط سے، اس میں دینی پہلو اس مسئلے کا میرے نزدیک پوری طرح واضح ہو گیا ہے۔ اگرچہ مجھے مصروفیت اور طبیعت کی خرابی کے باعث ایک ایک لفظ پڑھنے کا موقع یا اس کے حوالہ جات کو چیک کرنے کا موقع نہیں ملا، تاہم یہ دینی حصہ میں نے دیکھا ہے، میرے خیال میں یہ کافی ہے۔ اب میں اس مسئلے کی نوعیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

محضرنامے میں دونوں طرف سے اس طرح کے سوال کئے گئے ہیں کہ کیا پاکستان کی نیشنل اسمبلی کو یہ اختیار ہے یا نہیں ہے۔ یہ نہایت اہانت آمیز اور اشتعال انگیز سوال ہے، خصوصاً ایسے لوگوں کی طرف سے کہ جن کے نزدیک —— میں یہ الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا —— لیکن انگریزوں کا ایک خود کاشتہ پودا جو خود اقبالی طور پر انگریزوں کی مخبری کرتا رہا، ایک کچہری کا اہلمد،

اس کو تو یہ اختیار ہے کہ وہ 75 کروڑ آدمیوں کو کافر قرار دے دے، اس کے بیٹے کو یہ اختیار ہے کہ وہ دنیا کے 75 کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دے دے، اور یہ چھ کروڑ مسلمانان پاکستان کی نمائندہ اسمبلی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے رائے دہندگان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے قانونی شکل دے دے۔ میرے پاس، شاید اور ممبران کے پاس بھی بہت سے خطوط ایسے آئے ہوں گے جن میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ آپ اسمبلی کو دینی معاملات میں فیصلہ کرنے کا حق دیتے ہیں کہ کون مسلمان ہے، کون مسلمان نہیں ہے۔ کل وہ کہیں گے سود جائز ہے، نہیں ہے جائز۔ حالانکہ میرے نزدیک مسئلے کی نوعیت یہ نہیں ہے۔ میں بھی اسمبلی کو دارالافتاء کی حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہوں، اور نہ یہ اسمبلی ایسے ارکان پر مشتمل ہے کہ جنہیں فتویٰ دینے کا مجاز ٹھہرایا جائے۔ لیکن یہاں فتویٰ دینے کی بات نہیں ہے ہمارے فتویٰ دینے نہ دینے سے اس مسئلے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر آج ہم کہہ دیں ہم آج کہہ رہے ہیں کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہیے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آج تک وہ غیر مسلم نہیں تھے، مسلمان تھے۔ پاکستان کے سارے مسلمان انہیں غیر مسلم سمجھتے رہے۔ وہ ہم کو غیر مسلم سمجھتے رہے۔ اور عالم اسلام جیسے جیسے باخبر ہوتا جارہا ہے وہ ان کو غیر مسلم سمجھ رہا ہے اور یہ تو پہلے ہی دن سے سب کو غیر مسلم سمجھ رہے تھے۔ بات صرف اتنی ہے کہ عوام جس چیز کو اپنے ایمان کا جزو سمجھتے تھے، حالات نے اس کو اتنی اہمیت دے دی کہ وہ اپنے نمائندوں سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کو دستوری اور قانونی شکل دے دی جائے۔ صرف اتنی بات ہے۔ اپنے دستور میں، قرارداد مقاصد میں ہم نے یہ کہا کہ دنیا کی حاکمیت صرف اللہ وحدہٗ کے لیے ہے۔ تو ایسا نہیں ہے کہ ہم نے وہ حاکمیت دی ہے، نعوذ باللہ وہ تو تھی ہی۔ لیکن ہم نے ایک نظریاتی مملکت کی حیثیت سے اسے مناسب سمجھا، ضروری سمجھا کہ ہم اس کو اپنے دستور میں بہت ہی نمایاں طور پر جگہ دیں۔ تو ہم یہاں کوئی فتویٰ

دے رہے ہیں، بلکہ ایک مسلمہ اور ثابت شدہ حیثیت جو مسلمانان پاکستان اور مسلمانان عالم کے نزدیک بالکل معین ہے، قطعی ہے، اس کا اس لیے قانونی اور دستوری طور پر اعتراف کرنا ہے اور وہ حالات نے اس لیے ناگزیر کر دیا ہے کہ رفتہ رفتہ پیچیدگیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ حالات اس قدر خراب ہو چکے ہیں کہ خود ملک کی سالمیت کو اور اس کے مفادات کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔

اس مسئلے کا جو حل عام طور پر اس ہاؤس میں تمام لوگوں نے اور اس ریزولیوشن میں جس میں میرے بھی دستخط ہیں، ہم نے تجویز کیا ہے وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے —— جیسے یہ مسئلہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے تاریخ میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے، یہاں اس طرح کا مسئلہ اس ماحول میں کبھی عالم اسلام میں پیش نہیں آیا۔ یہ نہیں ہے کہ کذاب نہیں اٹھے۔ وہ تو شروع ہی سے آتے رہے ہیں۔ لیکن ہوا یہ کہ جیسے ہی اس طرح کا کوئی فتنہ نمودار ہوا اسے پنپنے نہیں دیا گیا۔ یہاں یہ صورت ہوئی کہ مسلمانوں کی عین بیچارگی اور محکومی کے زمانے میں انگریزوں نے یہ خود کاشتہ پودا لگایا۔ مسلمان اس پر قادر نہیں تھے کہ اس فتنے کو اسی وقت ختم کر سکتے۔ وہ اس کی آبیاری کرتے رہے اور یہ پودا بڑھتا رہا، پھلتا رہا، پھولتا رہا۔ پاکستان بننے کے بعد اس کی مسلسل کوشش رہیں، لیکن چونکہ انگریزوں کے زمانے میں وہ اس حد تک قابو یافتہ ہو چکے تھے، اور پاکستان بننے کے بعد اس مملکت کو شاید ایک دن بھی چین سے رہنا نصیب نہیں ہوا۔ مسائل پہ مسائل آتے رہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے متعدد بار اسکی کوشش کی۔ اب یہ فتنہ اس طرح نمایاں ہو کر ابھرا ہے کہ بہر حال حل کرنا ہے۔ اس کا منفرد ہونا اس اعتبار سے کہ ویسے تو مسیلمہ کذاب کے وقت سے لے کر اور بڑے بڑے کذابین جو تھے ان میں پچھلے دور میں بھی، پچھلی صدی میں انہی کے تقریباً ہم عصروں میں علی محمد باب اور بہاؤ اللہ بھی ابھرے۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے اتنی دیانتداری کا ثبوت دیا کہ وہ اپنے سارے خدائی کے، پیغمبری کے سارے دعوے کرنے کے بعد انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم مسلمان نہیں ہیں۔ ان سے ایک طرح کا جھگڑا ختم ہو گیا۔

ہمارے یہاں یہ مصیبت ہے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے قلعے میں نقب زنی کی کوشش کی جارہی ہے اور وہ مسلسل ہوتی جارہی ہے۔

تو اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہے۔ اور اس مسئلہ کا حل بھی جو ہم نے تجویز کیا ہے اور ہاؤس کا سنس (sense) بھی یہی معلوم ہوتا ہے، وہ بھی اپنے اندر ایک انفرادیت رکھتا ہے۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو وہ فیاضی کی جانب غلطی ہے، رواداری کی جانب غلطی ہوسکتی ہے۔ کوئی ملت، کوئی قوم، کوئی امت اس کو برداشت نہیں کرسکتی کہ اس کے نبی کا، اسکے پیشوا کا اس طرح سے استخفاف کیا جائے اور اس طرح کی تذلیل کی جائے، نعوذ باللہ توہین کی جائے۔ اور ایک ایسی مملکت جو کروڑوں انسانوں کی قربانی کے بعد حاصل ہوئی ہے اس میں وہ سرنگ لگاتے رہے، اسکو نیست ونابود کرنے کی فکر کرتے رہے، اور ہم صرف یہ تجویز کریں کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے، جسکا مطالبہ یہ خود کرتے رہے، اور اپنے طرز عمل سے، جیسے ابھی میرے پہلے فاضل مقرر نے فرمایا ہے، وہ خود اپنے طرز عمل سے یہ ثابت کرتے رہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی چیز مشترک نہیں ہے۔ لیکن پھر کیوں یہ سیاسی حیثیت سے ایک یونٹ ہمارے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اس کی ایک توضیح علامہ اقبال نے اپنے معرکتہ الارا مضمون میں یہ کی تھی کہ ابھی ان کی تعداد اتنی نہیں ہے کہ یہ اپنے عزائم کو پورا کرسکیں۔ یہ 1934ء کی بات ہے۔ ابھی ان کی اتنی تعداد نہیں کہ یہ اسمبلی میں ایک سیٹ حاصل کرسکیں۔ اس لیے یہ اس وقت کا انتظار کررہے ہیں اور اس دوران میں رفتہ رفتہ —— انگریز کا مفاد تو تھا ہی کہ عالم اسلام کو پارہ پارہ کیا جائے۔ جیسے جیسے ہندوستان کی آزادی کی تحریک آگے بڑھتی گئی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی آویزش سامنے آتی گئی، ہندوؤں کا مفاد بھی اسی سے وابستہ ہوگیا کہ مسلمانوں کا ذہن اس مرکزیت کی طرف سے ہٹا دیا جائے اور یہاں جو ایک نیا کعبہ بن رہا ہے، نیا مکہ مدینہ بن رہا ہے، اس پر مرکوز کردی جائے مسلمانوں کی نظر، تاکہ عرب سے، عالم اسلام سے، مکہ مدینہ سے، پوری

برادری سے ان کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔ چنانچہ جیسا کہ اس متفقہ جواب میں ڈاکٹر شنکر داس کا مضمون شائع ہوا ہے، اور اس کو میں دھرانا نہیں چاہتا، لیکن اسکا ماحصل یہ ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے دور میں وہ لکھا گیا تھا کہ یہاں مسلمانوں کو ٹھیک کرنے کی ایک ہی شکل ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرزائیت کو فروغ دیا جائے۔ جیسے جیسے اسے فروغ حاصل ہوگا مسلمانوں کے اندر وہ بین الاسلامی اور بین الملی ذہنیت ختم ہوتی جائے گی، اور وہ یہ تصور کرنے لگیں گے کہ ہمارا مکہ مدینہ، ہمارا کعبہ سب کچھ یہیں ہے، اور اسی رخ پر کام ہوتا رہا۔

اب صورت حال یہ ہے، اور اسکا انہوں نے خود اعتراف کیا ہے، مرزا غلام احمد صاحب نے، اور یہ اقتباسات چونکہ آ گئے ہیں اس لیے میں ان کو دھرانا نہیں چاہتا کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان، اور غیر احمدیوں سے مراد غیر مسلم ہوتے ہیں، ان کے ہاں کوئی فروعی اختلاف نہیں ہے، بلکہ ہمارا خدا، ہمارا رسول، ہمارا قرآن، ہماری نماز، ہمارا حج، ہر چیز جدا ہے۔ شادی، غمی، کسی چیز میں ہمیں شرکت نہیں کرنی ہے۔ یہ اقتباسات چونکہ بہت سے دوستوں کی تقریروں اور بیانات میں بھی آ گئے ہیں اور سوال و جواب کے دوران میں بھی آ گئے ہیں اس لیے میں ان اقتباسات کو نہیں پڑھتا۔ تو یہ صورت چل رہی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن کریم کے بارے میں اللہ کا تصور تو بہر حال ہمارے ہاں جو ہے اس کے ہوتے ہوئے نہ کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں عین خدا ہو گیا اور میں نے قضا وقدر کے احکام پر دستخط کر دیئے، یا یہ کہ خدا مجھ سے ہے، میں خدا سے ہوں، میں خدا کا بیٹا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ بہت سی چیزیں ہیں۔ رسول کا جہاں تک تعلق ہے یہ اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہوا، وحی منقطع ہو گئی، جبرائیل کا آنا ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ لیکن ان کے نزدیک جو رسول کا تصور ہے وہ ان تمام سوال و جواب کے دوران آ چکا ہے اور اس کا کوئی تعلق نہیں ہے مسلمانوں کے تصور نبی اور تصور رسول سے۔ جہاں تک خدا کا تصور ہے سارے مذاہب اس میں مشترک ہیں۔ لیکن امت کی تشکیل ہوتی ہے نبی

کے گرد۔ جتنے نبی ہیں اتنی امتیں ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی الگ امت ہے۔ مرزا غلام احمد کی ایک الگ امت ہے اور ایک عرصہ تک وہ اسے چھپاتے رہے۔ لیکن پھر انہوں نے اس کا اپنی تحریروں میں اظہار بھی شروع کر دیا کہ جو شخص اپنی امت کو کچھ قوانین دے، آوامر و نواہی دے، تو کئی اقتباسات ایسے ہیں جو اس میں شامل ہو چکے ہیں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو ایک الگ امت قرار دیا۔

اس طرح مسلک اور مکتب فکر کا اختلاف تو مسلمان امت میں ہے۔ لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے دین سب کے نزدیک ایک ہے اور وہ اسلام ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت کی رو سے (عربی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین جو ہے وہ اسلام ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو وہ دین لے کر آئے ہیں "دین" کا لفظ استعمال کیا —— جو دین وہ لے کر آئے ہیں، اللہ نے اُن سے وعدہ کیا ہے کہ اسکو فروغ دے گا۔ اسطرح قرآن کریم کے متعلق، دین کے متعلق، ان کا اقتباس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آخری صداقت کو قادیان کے ویرانے میں نمودار کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو فارسی النسل ہیں اس اہم کام کی لیے منتخب فرمایا۔ میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ زور آور حملہ آوروں سے تیری تائید کراؤں گا۔ اور جو دین تو لے کر آیا ہے اسے تمام دیگر ادیان پر بذریعہ دلائل غالب کروں گا۔ اور اس کا غلبہ دنیا کے آخر تک قائم رکھوں گا۔ یہ تو دین ہے۔ پھر آگے فرماتے ہیں: پہلا مسیح صرف مسیح تھا۔ اس لیے اس کی امت گمراہ ہوگئی اور موسوی سلسلے کا خاتمہ ہوا۔ اگر میں بھی صرف مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا۔ لیکن میں مہدی اور محمد ﷺ کا بروز بھی ہوں۔ اس لیے میری امت کے دو حصے ہوں گے۔ ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے وہ تباہ ہو جائیں گے اور دوسرے وہ جو مہدوی رنگ اختیار کریں گے۔ تو گویا اس طرح کئی جگہ اپنے آپ کو ایک الگ امت قرار دیا ہے۔ ایک الگ دین،

ایک الگ امت، خدا کا الگ تصور، رسول کا الگ تصور۔ قرآن کے بارے میں ان کے صاحبزادے جانشین میاں بشیر محمود صاحب فرماتے ہیں کہ نبی شرعی ہو یا غیر شرعی ایک ہی مقام پر ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو غیر شرعی کہتے ہیں تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ وہ کوئی نیا حکم نہیں لایا۔ ورنہ کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا جو شریعت نہ لائے۔ ہاں بعض نئی شریعت لاتے ہیں اور بعض پہلی شریعت کو ہی دوبارہ لاتے۔ ہیں اور شرعی نبی کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے کلام لائے۔ اور رسول اللہ ﷺ تشریعی نبی ہیں جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ قرآن پہلے لائے۔ اور حضرت مسیح موعود غیر تشریعی نبی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے —— س کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ پہلے قرآن نہیں لائے۔ ورنہ قرآن تو آپ بھی لائے۔ اگر نہ لائے تھے تو خدا تعالیٰ نے کیوں کہا کہ اسے قرآن دے کر کھڑا کیا۔

اس کے بعد ان پر جو وحی آتی تھی اسے ان کے پیروؤں نے کتاب المبین کے نام سے مدوّن کیا۔ جیسے کہ قرآنی آیات جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتی تھیں اسکے مجموعے کا نام قرآن ہوا، اسی طرح سے جو آیات مرزا غلام احمد صاحب کے اوپر نازل ہوتی تھیں ان کے مجموعے کا نام کتاب المبین ہوا۔ اب قرآن کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ حدیث کا درجہ ہمارے تمام مسلمانوں کے نزدیک یہ ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، سب سے زیادہ قوی حجت، سب سے زیادہ معتبر چیز حدیث ہے۔ مرزا غلام احمد کے نزدیک حدیث کا تصور یہ ہے: جو حدیث انکی وحی سے نہ ٹکراتی ہو اسکو چاہیں تو وہ لے لیں اور اسکو صحیح قرار دے دیں اور جو ان کو نہ پسند ہو تو اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیں۔ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ یہ اقتباس میرے خیال میں آچکا ہے۔ اس لیے میں اسے طوالت نہیں دینا چاہتا۔ وحی کے متعلق یہ صورت ہے دونوں جماعتیں قادیانیوں کی برابر مرزا صاحب پر جو کچھ بھی نازل ہوتا رہا اسے وحی کہتی رہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے

کہ وحی رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی ہے۔ وحی ایک اصطلاحی لفظ ہے جسکے انگریزی ڈکشنریوں میں بھی معنے مل جاتے ہیں، عربی میں بھی مل جاتے ہیں، اور وہ یہی ہے کہ اللہ کا وہ کلام جو وہ اپنے نبیوں پر نازل کرتا ہے۔ تو وحی کا تصور بھی ہمارا اور ان کا مختلف ہے۔ صحابہ کی تعریف ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگوں نے حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ لوگ، اور وہ لوگ جنہوں نے مرزا غلام احمد کو دیکھا ہم ام المومنین صرف آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو کہتے ہیں۔ وہ مرزا غلام احمد کی بیویوں کو بھی اُم المومنین کہتے ہیں، جو ایک دل آزار قسم کی اہانت ہے مسلمانوں کے لیے جسکو برداشت کرنا مشکل ہے۔ اس کے بعد ہمارے عام مسلمانوں میں مسیح کا تصور اور ہے، مہدی کا تصور اور ہے۔ یہ دونوں الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت مسیح کے نزول کے وقت امام مہدی جوامت محمدی میں سے ہوں گے وہ پہلے نماز کی امامت کریں گے۔ لیکن یہاں انہوں نے دونوں ہستیوں کو یکجا کر لیا ہے۔ اور یہ انکے ڈانڈے بابیوں سے مل جاتے ہیں۔ علی محمد باب نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا کہ مجھ سے پہلے آنحضرت ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ الگ شخصیتیں تھیں، میں ان دونوں کا جامع ہوں۔ تو اسی طرح سے یہ ہے۔ خیر، یہ تو سارے پیغمبروں کی حیثیات کا جامع ہیں اور رفتہ رفتہ پھر خود رسول اللہ ﷺ کے بروز بن کر کے اٹھے اس طرح اصحاب صفہ ہمارے ہاں مستقل اصطلاح ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وہ جان نثار ساتھی جو شب و روز دین کی تبلیغ کے لیے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اور بھوکے پیاسے رہ کر دین کی خدمت کے لیے آپ کے پاس حاضر رہتے تھے۔ ان کے ہاں اصحاب صفہ وہ ہیں جو اسوقت قادیان میں مقیم ہیں۔ حج کے متعلق کافی کچھ آچکا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لیے مقرر کیا ہے۔ وہاں ظلی حج ہوتا رہے گا۔ درود کے متعلق سوال و جواب کے دوران میں نے رسالے کی فوٹوسٹیٹ کاپی شامل کی۔ اس پر انہوں نے انکار کیا۔ بہر حال یہ وہی درود

ں ہے بلکہ ابھی مرزا غلام احمد کی "المبشرات" کے نام سے جو شائع ہوئی ہے اس میں بھی اور ۔رے بیانوں میں بھی وہ درود اس طرح ہے:

(عربی)

ر حال یہ انکا درود ہے۔

پنجتن کے متعلق بھی جو مسلمانوں کا تصور ہے وہ اس روز آ چکا ہے۔ یہ بھی نہایت دل آزار راہانت آمیز تصور ہے جو انہوں نے تصور قائم کیا ہے۔ پنجتن کا تصور جو مسلمانوں میں ہے وہ ضور اکرم ﷺ اور ان کے اہل بیت پر مشتمل ہیں۔ انہوں نے یہاں مرزا غلام احمد اور ان کے ماندان والوں کو مشتمل کیا ہے۔ اس طرح ایک ایک چیز میں اپنے آپ کو چھوٹی چھوٹی چیزوں بں بھی —— ہمارے نزدیک مسجد اقصیٰ وہ ہے جو دمشق میں ہے ان کے نزدیک مسجد اقصیٰ یہاں آ گئی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ مقام کے جہاں آدمی داخل ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن کا ؛عدہ ہے وہ مکہ مکرمہ میں ہے۔ ان کے نزدیک وہ چوبارہ ہے جہاں مرزا غلام احمد بیٹھ کر کے فکر کیا کرتے تھے اور تحریر کیا کرتے تھے۔ یعنی کہیں انکے اور ہمارے ڈانڈے کسی تصور میں نہیں ملتے، نہ معاشرت میں، نہ معیشت میں، نہ عقائد میں، نہ دین کے تصور میں۔ یہ سب انہیں کی طرف سے ہوتا رہا۔ مختصر یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں نبوت کا ایک متوازی یمپ قائم کیا ہے۔ کیمپ کی حفاظت اور اس کے فروغ کی ذمہ داری انگریزوں نے لی اور وہ اس طرح کرتے رہے۔ ہمارے ہاں بہت سے لوگوں کے اندر بغیر مسئلے کو سوچے ہوئے، اسکا مطالعہ کیے بغیر، بغیر متعلقہ مواد کے پڑھے ہوئے ایک تصور ذہن پر یہ غالب رہا کہ یہ فرقہ وارانہ بات ہے۔ یہ بات فرقہ وارانہ نہیں ہے۔ یہ دو الگ الگ مذہب، دو الگ الگ دین، دو الگ الگ امتیں، دو الگ الگ تمدنوں کی جن میں کہیں کوئی مماثلت سوائے اس کے نہیں پائی جاتی کہ اسلام

کا لبادہ انہوں نے اوڑھ لیا ہے۔ اگر یہ نہ اوڑھتے تو لوگوں کو دھوکہ نہ دے سکتے تھے۔

اس ضمن میں میں یہ عرض بھی کر دوں کہ وہ دوسری شاخ جو انکی پھوٹی، وہ ظاہر ہے کہ گدی نشینی کے جھگڑے پر پھوٹی۔ جیسے علامہ اقبال نے کہا ہے کہ خواہ مصلحتاً یا جس بنا پر کیا ہو، انہوں نے ذرا اسکا رنگ ہلکا کر دیا اور گہرا عنابی کی بجائے ذرا گلابی رنگ کر دیا، تا کہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں آسانی ہو۔ ایک شخص کو مسلمانوں ایک شخص کے نام، اس کے کارنامے کو کسی نہ کسی درجے میں مقبول کرایا جائے۔ اس کے بعد پھر فضا تیار ہوتی رہی۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں میں مرزا غلام احمد کی ساری تحریریں، حکیم نورالدین کی ساری تحریریں اس بات کے لیے ایک کھلا ہوا ثبوت ہیں۔ یعنی دنیا میں کوئی فاتر العقل ہوگا جو اس سے انکار کرے گا کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا مگر اتنی تحریریں ہیں کہ کسی تاویل اور کسی تشویش سے بھی اس سے صفر نہیں ہے۔ بعض وقت مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے انہوں نے یہ لکھا —— شاید یہ چیز quote بھی کی ہے، محضر نامہ میں بھی اور اپنے جواب میں بھی —— مرزا صاحب نے یہ لکھ کر دیا تھا: اگر لوگوں کو نبی کے لفظ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو جہاں جہاں میں نے نبی لکھا ہے اسکو کاٹ کر محدث بنا دیا جائے۔ یہ تحریر ہے انکی۔ اسی کے تھوڑے دن کے بعد ایک اور تحریر ملتی ہے اور وہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت کفار مکہ نے کہا کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کو رسول نہیں مانتے۔ حضور ﷺ کے یہ جو نام کے ساتھ رسول اللہ ہے یہ کاٹ دیا جائے۔ خیر، اس پر صحابہ کو غصہ آیا۔ لیکن حضور نے فرمایا کوئی بات نہیں۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔ تو یہاں سے مثال یہ لی جاتی ہے کہ آپ نے اگر اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا ہے تو اسکا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپکی رسالت ختم ہو گی، وہ حقیقت اپنی جگہ ہے۔ یعنی اگر کوئی محدث ہو اور نبی کا لفظ کاٹ دے، انکے کہنے کے مطابق، تو بھی انکی نبوت باقی رہے گی۔

تو یہ دجل وفریب کا ایک ایسا جال ہے کہ جس سے ایک ایسا غیر طبعی مادہ ملت کے جسم کے
راسی 80، نوے 90 سال سے پرورش پا رہا ہے جسکی وجہ سے اس ملت کو چین نصیب نہیں ہوا۔
اب اس کے پنجے باہر بھی بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ کسی حکومت کو،
ی اسمبلی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ زبردستی کسی کا مذہب تبدیل کرائے۔ یہ باہر کے لیے پاکستان کو
ام کرنے کے لیے نہایت مکروہ اور گھناؤنا پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے یعنی کہیں یہ بات نہیں آئی کہ
اِان کا مذہب بدل دیا جائے، انکے عقائد بدل دیئے جائیں۔ اس سے زیادہ فیاضی اور روا
انہ بات کیا ہوسکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تمہارے جو معتقدات ہیں تم ان کی رو سے مسلمان نہیں
۔ اگر تم مسلمان ہو تو ہم مسلمان نہیں ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو دستور میں یہ لکھ دیں کہ ہم سب
فر ہیں یا پھر ان کے لیے لکھنا ہوگا۔ اس میں تبدیلی مذہب کا سوال ہی نہیں ہے۔ بلکہ دو الگ
ب امتیں ہیں، انکا تعین کرنا ہے۔ یہ صرف پاکستان کو بدنام کرنے کیلئے دنیا میں پراپیگنڈہ کیا جا
ہے۔ قرآن کی آیت پیش کی جاتی ہے:۔

لا اکراہ فی الدین

ن جبر کر رہا ہے؟ اس سے زیادہ فضول قسم کا عقیدہ بھی کوئی رکھتا ہے؟

باقی مملکت پاکستان کا معاملہ ہے۔ ہر مملکت کو اپنی جغرافیائی حدود کے تحفظ کا پورا پورا حق
مل ہوتا ہے۔ ہماری مملکت ایک نظریاتی مملکت ہے۔ ہمارا یہ حق ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتا ہے
ا اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کریں۔ اگر اس فرض میں کوئی کوتاہی کرے تو اسکا مطلب یہ
، کہ وہ ملک کیساتھ غداری کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اسکا نہ صرف
یار ہے بلکہ یہ بنیادی فرائض میں ہے۔ اگر کوتاہی کرے تو وہ اپنے فرائض سے غداری برت رہا
،۔ اب انکا کہنا یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے سلسلے میں مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کی

انہوں نے بڑی لمبی چوڑی فہرست دی۔ میں نے نوٹ کی تھی۔ 1893ء سے لیکر قیام پاکستان تک اور اسکے بعد تک مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کے لیے نہ صرف مسلمانوں کیساتھ شریک رہے بلکہ دوسرے مسلمانوں کو اس پر ابھارتے رہے۔ یہ بنیادی طور پر بڑی غلط بیانی ہے۔ شاید اسی طرح کی غلط بیانی انہوں نے اپنی آبادی کے متعلق کی ہے، جو سوال و جواب میں پوری طرح واضح ہو چکی ہے۔

ان کا دور، 1840-1839ء کی پیدائش ہے۔ غدر کے زمانے میں یہ تقریباً جوان ہونگے یا جنگ آزادی کے ہنگاموں کے زمانوں میں جوان ہونگے۔ اس کے بعد کے جو کارنامے ہیں وہ خود انکی کتابوں سے روشن ہیں۔ اسکے بعد جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو کچہری میں ملازمت کر لی پھر کوئی اعلیٰ خدمت سپرد ہوئی۔ وہاں سے استعفیٰ دیکر آ گئے اور عیسائیوں اور ہندوؤں کے خلاف مناظرے شروع ہو گئے۔ یہ انہوں نے کیوں کیا؟ اس سلسلے میں ان کی کتابوں سے اقتباس سوال و جواب میں آ چکے ہیں۔ اوہ وہ میں نہیں دہراوں گا چونکہ جہاد کو حرام کرنا ہے اس لیے ایسی کتابیں لکھی جائیں کہ مسلمانوں کا اشتعال ختم ہو اور ان کا بہی خواہ بن کر اپنے مقاصد حاصل کیے جائیں اور ان کے دل سے جہاد کا مسئلہ نکالا جائے۔ پھر انہوں نے اس جسارت سے کام لیا کہ سوال و جواب کے دوران انہوں نے کہا کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ مسلمان علماء نے جہاد کا فتویٰ دیا نہ کسی مسلمان عالم نے جہاد کیا۔ یہ ایک ایسی غلط بیانی ہے جس پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک فتوے کا تعلق ہے، انگریزوں کے تسلط کے بعد سے اسی طرح کے فتوے بار بار علماء کی طرف سے آتے رہے۔ یہ صحیح ہے کہ یہ مسائل بعض بعض دفعہ نزاعی رہے ہیں۔ کہ اب حالات و شرائط جہاد ہیں یا نہیں ہیں اس میں رائیوں کا اختلاف ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نہیں شرائط پوری نہیں ہوئیں، بعض نے کہا کہ لڑائی کا وقت ہے، بعض نے کہا کہ وقت لڑائی کا نہیں ہے۔

ایسے لوگوں کی تعداد بھی کم تھی ان کی پیدائش کے زمانے میں جوانی کے زمانے میں بھی، ان کی وفات تک مسلسل جہاد ہوتا رہا۔ ان کی وفات کے بعد بھی جہاد جاری رہا۔ ان علماء کی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے جہاد کیا اور جن کو کالا پانی بھیج دیا گیا۔ میں آپکی اجازت سے چند نام پیش کرنا چاہتا ہوں۔

Mr. Chairman: Short break for ten minutes: we will meet at 12.15 p.m.

[The special committee adjourned for ten minutes to reassemble at 12.15 p.m.]

[The special committee re-assembled after short break, Mr. Speaker (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

جناب چیئرمین: مولانا محمد ظفر احمد انصاری!

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جناب والا! قبل اس کے کہ میں اپنی گزارشات شروع کروں، آپ سے ایک درخواست یہ ہے کہ مجھے یہ ڈر معلوم ہو رہا ہے کہ میری بات بالکل ہی نامکمل رہے گی۔ میں بہت مختصر کر رہا ہوں کہ آپ گھنٹی بجا دیں گے اور قصہ ختم ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: میں نے ابھی تک گھنٹی تو نہیں بجائی۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اگر آپ کوئی ایسی صورت کر سکیں کہ مجھے جس دن اٹارنی جنرل صاحب تقریر کریں گے اس روز کوئی آدھ گھنٹہ آپ دے دیں، ورنہ بات بالکل نامکمل رہ جائے گی۔ اس وقت بھی زیادہ ربط تو نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اٹارنی جنرل صاحب نے پرسوں اپنے arguments sum up کرنے ہیں۔ اس کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں کہ کوئی چیز رہ گئی ہے تو it is open for

the members, they can again speak تو ٹھیک ہے، اٹارنی جنرل صاحب کے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ان سے گفتگو کر لیں، اگر وہ تھوڑا سا وقت پہلے دے دیں تو ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آج اٹارنی جنرل صاحب آجائیں گے، آپ ان سے کل consult کر لیں۔ تو پانچ تاریخ کو سہی۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کتنا غلط دعویٰ کیا گیا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ آج اندازاً کتنی دیر لیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ایک گھنٹہ تو دے دیجئے۔

جناب چیئرمین: ایک گھنٹہ۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: مطلب یہ ہے کہ یا تو پھر یہ اجازت ہو کہ میں تحریری طور پر اسے......

جناب چیئرمین: تحریری طور پر بھی آپ دے دیں وہ اگر آپ کل دے دیں گے تو وہ ہم سائیکلوسٹائل کرا کے ممبروں میں سرکولیٹ کرا دیں گے۔

جناب محمد حنیف خان: اگر یہ تحریری طور پر دے دیں تو ان کی وہ تحریر ایک تو علم پر مبنی ہوگی، دوسرے ہم بھی جن کا علم کوتاہ ہے، کم ہے، دو، چار جملے کہنے کے قابل ہو جائیں گے۔

Mr. Chairman: He was almost neck deep in it; he know this subject much more than any body else.

جناب محمد حنیف خان: میں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جس طرح آپ نے اتفاق کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر آپ تحریری طور پر دے دیں تو وہ لوگ جن کا علم اس مسئلے میں کم ہے وہ بھی وہ

پڑھکر اپنے کچھ views اس کی تائید میں کہہ دیں گے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: تو اس میں تو کچھ وقت لگے گا۔

جناب چیئرمین: پانچ تاریخ تک دے دیں۔ اگر آپ ہمیں کل دے دیں تو ہم پرسوں سائیکلوسٹائل کرا کے ممبروں میں چھ کی صبح کو تقسیم کرا دیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: جتنا میں کہہ سکوں گا کہہ دوں گا، اور اس کے بعد جو رہ جائیگا وہ تحریری طور پر دے دوں گا۔

Mr. Chairman: Prince (Mian Gul Aurangzeb), I would like to have your views also after the Maulana has finished.

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: تو اس کی معذرت کرتے ہوئے کہ شاید اب میری تقریر میں بہت ربط نہیں رہیگا، کوشش کروں گا کہ جو زیادہ اہم چیزیں ہیں وہ آجائیں۔

تو علماء کے متعلق انہوں نے لکھا ہے کہ یہ وہ دور تھا کہ علماء نہ جہاد کا فتویٰ دیتے تھے اور نہ علماء جہاد کرتے تھے، اور یہی روش انہوں نے اختیار کی۔ میں اس میں صرف چند مثالیں دوں گا آپ کو 1857ء میں مسلمانوں پر جو افتاد پڑی اور جس طرح مسلمانوں کی سیاسی قوت پارہ پارہ ہوئی اور اس کے جو یاس اور محرومی کی کیفیت پیدا ہوئی، اس کے باوجود ایسے جاندار لوگ موجود تھے جنہوں نے جہاد کا سلسلہ مسلسل جاری رکھا، فتوے دیتے رہے اور بنگال سے لیکر، آسام سے لے کر صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں کی آخری حدوں تک کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں یہ کام نہ ہو رہا ہو، اور انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اس کام کو کیا۔ اس زمانے میں انگریزوں نے نیل کے کارخانے قائم کیے تھے۔ ایک طرف یہ کہا جاتا ہے کہ جہاد کا قصہ ہی ختم ہوگیا تھا۔ اس زمانے میں مسلمانوں نہایت ہوشیاری سے انگریزوں کو یہ یقین دلایا کہ جہاد جو ہے وہ اسی طرح ہمارا ایک

فریضہ ہے جس طرح روزہ، نماز، جمعہ پڑھنا، وغیرہ، وغیرہ۔ لہٰذا جہاد کے لیے ہمیں سرکاری طور پر چھٹی دی جایا کرے۔ تو نیل کے کارخانوں سے انہیں چھٹی ملتی تھی اور وہ اس وقت سکھوں سے جہاد کر رہے تھے۔ پیش نظر یہ تھا کہ ایک علاقہ قبضے میں آجائے۔ اور اب تمام تحریریں شائع ہو گئی ہیں، وہ خطوط اس زمانے کے شائع ہو گئے ہیں جس سے پوری طرح یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سید احمد شہید، اور دوسرے علماء، ان کا پروگرام یہ تھا کہ پہلے اس علاقے کو جو مسلم اکثریت کا علاقہ تھا، اس میں مسلم حکومت قائم کر لیں، تو پھر انگریزوں سے نمٹیں گے۔ تو انگریز انہیں نیل کے کارخانوں سے چھٹی دیا کرتے تھے۔ گویا جہاد کے قصے کو عوام تک پہنچا دیا تھا نہ کہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اس زمانے میں جہاد کا نام نہیں لیا جا رہا تھا۔ اس میں ہر مکتب خیال کے علماء تھے۔ جس زمانے میں مرزا غلام احمد، بقول اپنے، مخبری کے فرائض انجام دے رہے تھے وہ زمانہ تھا کہ حضرت سید احمد صاحب شہید کے ماننے والے پیروکار منتشر ہو گئے تھے۔ انہوں نے پٹنہ میں پھر اپنا مرکز بنایا تھا۔ مسلسل مقدمات چلتے رہے، ایذائیں دی جاتی رہیں، یہاں تک کہ آخر میں صادق پور کا پورے کا پورا محلہ جو کہ ان کی حویلی میں تھا، اسے گروا کر وہاں ہل چلوائے گئے تاکہ بہت سے زمانوں تک یہاں کسی بستی کا نام ونشان نہ رہے۔ جو لوگ تھے ان کو یا تو پھانسیاں دی گئیں یا کالے پانی بھیج دیا گیا۔ ان کے خاندان اور افراد کے نام برٹش گورنمنٹ کے ریکارڈ میں قیام پاکستان تک لکھے جاتے تھے، ان کی اولاد در اولاد کے نام۔ اس طرح وہی زمانہ تھا جب مولانا فضل حق، مولانا خیر آبادی صاحب، مفتی صدر الدین صاحب، مولانا عنایت احمد صاحب رام پوری، ان تمام کے فتاویٰ شائع شدہ موجود ہیں۔ سرحد میں مولانا عبدالغفور اخوند، انہوں نے جہاد کا اعلان کیا۔ اس کے بعد مولانا عبداللہ ان کی جگہ آئے۔ ان کا 1902ء میں انتقال ہوا۔ پھر مولانا عبدالکریم، 1915ء تک وہ رہے ہیں۔ اس کے بعد مولانا عبدالرحیم، استھانہ اور چمر کند

یرہ میں ان کے مراکز قائم ہے اور بار بار انگریزوں سے نبرد آزما ہوتے رہے۔ بنگالی حاجی
ریعت اللہ تیتو میر، یہ نام ابتک وہاں کے بچوں کی زبان پر جاری ہیں۔ ریشمی رومال کا قصہ،
کون سے مل کر ہندوستان کو انگریزوں کی لعنت سے پاک کرنے کا قصہ، وہ مولانا عبیداللہ سندھی
احب، شیخ الہند محمودالحسن صاحب، سب لوگ اس فہرست میں آتے ہیں۔ یعنی پورا دور ایسا ہے
ہ کسی میں جہاد نہ کرنے کی کمی نہیں ہے۔ اور مرزا صاحب یہ کہتے تھے۔ انہوں نے مخبری میں
ب پہچان بنالی تھی کہ جو لوگ یہاں دارالحرب یعنی انگریزوں کے خلاف لڑائی کرنا چاہتے ہیں،
اد کرنا چاہتے ہیں، وہ جمعہ اور عیدین کی نماز کو جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن پتہ لگاتے تھے کہ کون کون
ے علماء ہیں، کون کون سے لوگ ہیں جو جمعہ کو حرب ہونے کی وجہ سے نہیں پڑھتے۔ اس طرح وہ
ن کی مخبری کا کام کرتے تھے۔ چونکہ وہاں پر پہلے نہیں آیا، میں اسکا اقتباس پیش کرنے کی
ازت چاہوں گا۔ یعنی کسی معاشرے میں یہ تصور نہیں کیا جاتا کہ اس معاشرے میں کوئی شریعت
سان اس حالت میں جب کہ قوم غیروں کے پنجۂ استعمار میں گرفتار ہو تو کوئی شخص مخبری کرے
ر قوم میں اس کا کوئی وقار ہو۔ نہ کہ مجدد، مصلح، پیغمبر، خدا، جانے کیا کیا کہا گیا۔

اب یہ تبلیغ رسالت جلد 5، صفحہ 11 سے ایک اقتباس سناتا ہوں۔ یہ مرزا غلام احمد کا بیان
ہے:۔

"چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریز کی خیر خواہی کے لیے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام
بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب
قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ نقشہ اس غرض کے لیے تجویز کیا گیا ہے تا کہ اس میں ان ناحق
شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں۔ اگرچہ گورنمنٹ کی
خوش قسمتی سے مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے

گورنمنٹ کے برخلاف ہیں۔ اس لیے ہم نے محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیرخواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کیے جائیں (یعنی ان کے نام ریکارڈ کیے جائیں) جو اپنے عقائد سے مفسدانہ حالتوں کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن ہم گورنمنٹ کو باادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب نہیں کرتی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ، حکیم مزاج کی طرح ان نقشوں کو ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی۔" گویا چیف انفارمر کے فرائض جو صاحب دے رہے تھے یہ ان کا کارنامہ تھا، اور یہ اس وقت جب مسلمانوں کی بڑی تعداد کالے پانی جا رہی تھی یا پھانسیوں کے تختوں پر ڈال رہے تھے۔

انہوں نے یہ بھی لمبی فہرست دی ہے کہ 1893ء سے لیکر قیام پاکستان تک وہ مسلمانوں کے ہر درد و دکھ میں نہ صرف شریک رہے بلکہ پیش پیش رہے۔ 1893ء میں مرزا صاحب کی عمر کافی ہوگئی تھی۔ لیکن اسکے متعلق جو کچھ کام رہا وہاں اس میں ان کی شرکت کی بات یہ ہے کہ جو مصیبتیں اس ملک میں مسلمانوں پر آئیں، یعنی جہاد کے سلسلے میں وہ اپنی جگہ ہیں یہ خود سوال ہی نہیں تھا، ہم ان کا اس میں کام صرف مخبری کرنا تھا، یا انگریزوں کو سپاہی مہیا کرنا تھا۔ لیکن اسکے علاوہ جو تعمیری کام ہوا، مثلاً علی گڑھ قائم ہوا، دوسرے مدارس قائم ہوئے، انجمن حمایت اسلام لاہور قائم ہوئی، اسکے متعلق مجھے مجبوراً اقتباس سے گریز کرنا پڑے گا۔ اس میں انہوں نے کہا کہ سرسید نے بڑی جان توڑ کوشش کی اور کہا کہ ایک روپیہ دے دو چندہ۔ انہوں نے کہا کہ نہ، یہ نہیں ہوسکتا۔ مرزا بشیر الدین نے لکھا ہے کہ آپ کیوں ...... یعنی اس میں انہوں نے لکھا، اپنی جماعت کے لوگوں کو کہا کہ آپ دوسروں میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا ہمیشہ یہی

معمول رہا ہے کہ وہ لوگ کسی نام سے آئیں، نہ کسی دوسری انجمن کے ممبر بنیں۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: جناب چیئرمین! انصاری صاحب بار بار مرزا کو مرزا صاحب کے نام سے پکار رہے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ ان کو مرزا صاحب کے نام سے نہ پکارا جائے۔

جناب چیئرمین: جب آپ کی باری آئے تو آپ جیسے چاہیں پکاریں۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: جناب! اس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ وہ ولد الحرام ہے، اسکو اس نام سے پکارا جائے۔

جناب چیئرمین: کسی کی تقریر میں آپ کوئی رائے نہیں دے سکتے۔ یس، انصاری صاحب!

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: چنانچہ انہوں نے کسی انجمن میں جو تعمیری کام کر رہی تھی۔ یا انگریزوں کے خلاف لڑنے، یا جہاد، یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے متعلقہ ہیں، انہوں نے اس میں دلچسپی نہ لی۔

جس زمانے میں مسلمانوں پر مصیبتیں آئیں ہم ان میں نمایاں مصیبتیں بیسویں صدی کے شروع میں آئی تھیں۔ جنگ طرابلس شروع ہوئی۔ جنگ بلغان شروع ہوئی۔ اس کے بعد ترکوں کے خلاف انگریزوں نے جنگ شروع کی۔ اس عرصے میں مقامی مسجد کان پور میں ایک واقعہ ہوا جس سے پورے ہندوستان میں اشتعال پیدا ہوا اور بہت سے مسلمان اس میں شہید ہوئے۔ پھر خلافت کی جنگ شروع ہوئی۔ پھر جلیانوالہ باغ کا قصہ شروع ہوا جس میں مسلمان اور ہندو سبھی شریک تھے۔ ترکوں کی سلطنت کو ختم کیا گیا، اسپر قادیان میں چراغاں ہوا، اور یہ انتہائی جسارت کے ساتھ غلط بیانی کی گئی کہ سارے مسلمان چراغاں کر رہے تھے، ہم نے بھی چند دیئے

روشن کر دیئے۔ یہ ایک ایسی دروغ بیانی ہے، میں اسے کیا کہوں۔ میں اس زمانے میں طالب علم تھا، مگر یہ منظر پوری طرح یاد ہے۔ میں سکول میں پڑھتا تھا۔ یہ میں جانتا ہوں کہ پوری ہڑتال ہوئی۔ جگہ جگہ اتنی گرفتاریاں ہوئیں اس روز، صرف اس بات پر کہ چراغاں کرو، شیرینی تقسیم کرو۔ بہر حال شہر میں ایسے لوگ تھے جو خوشامدی تھے اور ان کی اغراض وابستہ تھیں۔ جگہ جگہ ایسا ہوا بھی ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اس روز ہڑتال ہی کی اور اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا۔

پھر 1922ء میں ترکوں کو۔ یونانیوں کے مقابلے میں سمرنہ میں فتح ہوئی تو مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ کچھ لوگوں نے انہی کے مریدوں نے کہا کہ ہم بھی چراغاں کریں۔ تو انہوں نے کہا کہ اس موقعہ پر چراغاں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد دو چیزیں ایسی ہیں جن میں انہوں نے شرکت کی۔ ایک شدھی اور سنگھٹن تحریک جو کہ اس شخص نے شروع کی تھی جس نے آزادی کی جنگ میں بڑا نمایاں مقام حاصل کیا ہے اور مسلمان اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ بعد میں وہ جیل میں گیا اور جیل میں جانے کے بعد حکومت نے اس سے کچھ معاملہ طے کیا اور جیل سے نکلنے کے بعد اس نے شدھی کی تحریک (دیانند) شروع کی۔ اسمیں یہ ضرور گئے۔ لیکن وہاں کیا تھا؟ وہ ایک بڑی اچھی شکار گاہ تھی جہاں پر یہ اپنی جماعت کیلیے آدمی لے سکتے تھے۔ اسمیں یہ بے شک گئے۔

دوسرا بڑا کارنا جو وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے کشمیر کمیٹی میں شرکت کی اور کشمیر کمیٹی میں انکی شرکت کا جو حال ہے وہ یہ ہے۔ اسمیں علامہ اقبال بھی شامل تھے، اور بھی بہت سے اکابرین تھے۔ اسکے بارے میں "مسئلہ کشمیر" مصنفہ ممتاز احمد کا ایک اقتباس آپکی اجازت سے پیش کرتا ہوں۔

1931ء میں جب ریاست میں تحریک حریت کا آغاز ہوا اور ریاستی مسلمانوں نے سیاسی آزادی کے حصول کیلیئے جب باقاعدہ طور پر جدوجہد کا آغاز کیا تھا — یہ الفضل کا quotation

ــــــ ہے تو حضرت امام جماعت احمدیہ (عربی)۔

جو پہلے ہی مناسب موقعہ کی انتظار میں تھے، یکا یک میدان عمل میں آگئے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔ 25 جولائی کو شملہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ علامہ اقبال بھی اسمیں شامل تھے۔ لیکن صدارت مرزا بشیر الدین محمود کے سپرد کی گئی۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ کشمیر کمیٹی کا منصوبہ بنانے والے بھی دراصل مرزا صاحب ہی تھے۔ اور جو افراد شملہ میں جمع ہوئے تھے ان میں اکثریت احمدیوں ہی کی تھی۔ کمیٹی کے پیش نظر جسے ابتدا میں بیان کر دیا گیا ہے، ریاستی مسلمانوں کو انکے جائز حقوق دلانا اور قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے والے مسلمانوں کو قانونی امداد مہیا کرنا تھا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے تمام کشمیری لیڈروں سے براہ راست روابط قائم کیے گئے۔ قادیانی زعماء کو بڑی تعداد میں ریاست میں بھیجا گیا جہاں انہوں نے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور مسلمانوں کی مالی امداد کر کے اپنا ممنون احسان بنانے کی کوشش کی گئی۔ اور اس دوران سینکڑوں کی تعداد میں مبلغین بھی بھیجے گئے جو ریاست کے چپے چپے کا دورہ کر کے قادیانی عقائد کی تبلیغ کرنے لگے۔ اس ریاست میں تحریک آزادی کے مظلومین کی امداد کے لیے اکثر رقوم شیخ محمد عبداللہ کی معرفت دی گئیں۔ چوہدری عباس کے مقابلے میں قادیانیوں کی تمام ہمدردیاں شیخ عبداللہ کے ساتھ تھیں اور شیخ صاحب کے جماعت سے تعلقات انتہائی قریب ہو رہے تھے۔ اور لاہور میں اس افسوس ناک افواہ نے کافی تقویت پکڑ لی کہ شیر کشمیر شیخ عبداللہ مرزائی ہیں۔ پھر شیخ صاحب نے خود لاہور آ کر ایک جلسہ میں اسکی تردید کی کشمیر کمیٹی اسی طرح کام کرتی رہی۔ لیکن ابھی اسکا دستور نہیں بنا تھا۔ اور اسکے سیاسی مقاصد لوگوں کے سامنے واضح ہونے لگے۔ تو انہوں نے یہ کوشش کی کہ اس کا دستور بن جائے۔ لیکن یہ بات مرزا بشیر الدین کو ناگوار تھی کیونکہ وہ اس میں ڈکٹیٹر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ اور جب دستور بنانے کیلئے اصرار کیا گیا تو مرزا بشیر الدین محمود نے بطور احتجاج کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اور پھر علامہ اقبال کمیٹی کے نئے صدر منتخب ہو گئے۔

لیکن انکا (مرزا بشیر الدین) کا استعفیٰ دینا تھا کہ تمام قادیانی حضرات نے کمیٹی کے کاموں میں دلچسپی لینا بند کر دی اور عملاً کمیٹی کا بائیکاٹ کر دیا۔ حتیٰ کہ قادیانی وکلاء جو ریاست میں مسلمانوں کے مقدمات لڑ رہے تھے وہ مقدمات ادھورے چھوڑ کر واپس آ گئے۔ اور جب کمیٹی کے کاموں میں تعطل پیدا ہوا تو علامہ اقبال بھی قادیانیوں کے رویہ سے بددل ہو کر صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ اور خود اس پر علامہ اقبال کے جو ریمارکس ہیں وہ چند جملے بیان کر دیتا ہوں:۔

"Unfortunately there are members in the Committee who recognise no loyalty except to the head of their particular religious sect. This was made clear by a public statement recently made by one of the Ahmadi pleaders who had been conducting the Mirpur cases. He painly admitted that he recognises no Kashmir Committee, and admits that whatever he and his colleagues did was done in obedience to the commands of their religious leader.I confess that I interpreted this statement as a general indication of the Ahmad's attitude of mind of felt doubts about the Kashmir Committee. I do not mean to stigmatise anybody. A man is free to develop any attitude intellectually and spiritually to suit his mind best. Indeed I have every sympathy for a man who needs a spiritual probe and finds one in the shrine of by-gone saint or any living priest. As far as I am aware, there are no differences of opinion among members of the Kashmir Committee regarding the General Committee's policy to the formation of a party on the ground of differences in policy. Nobody can object, but according to my view of the situation the differences in the Kashmir Committee are based on considerations which I believe are utterly irrelevant. I do not believe that a smooth working is possible and feel that in the best interests of all concerned the present Kashmir Committee should cease to exist."

بہر حال انہوں نے یہ حالت پیدا کر دی کہ اگر کشمیر کمیٹی کو قادیانیت کی تبلیغ کے لیے استعمال نہیں کرنے دیا جاتا تو پھر اس سے علیحدہ ہو جاؤ۔ یہ کشمیر کمیٹی کا حال تھا۔

قیام پاکستان کے سلسلے میں انہوں نے جس احسان کا ذکر کیا ہے اس کے بارے میں یہ صورت ہے کہ علامہ اقبال کے اس مضمون کے بعد جب انکا بھید لوگوں پر کھلنے لگا اور پنجاب میں کیونکہ یہ زیادہ تھے اس لیے پنجاب مسلم لیگ نے یہ ریزولیوشن پاس کیا کہ کوئی قادیانی مسلم لیگ کا ممبر نہیں ہوسکتا، اور یہ ریزولیوشن ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی بار پیش ہوا۔ میں انکی اس وقت کی ذہنیت کے سلسلے میں چند جملے آپکو سناتا ہوں۔ یہ 16ء کا اخبار الفضل ہے، ہمیں یاد رہے کہ مسلمانوں کے مصلح دنیا کے ہادی حضرت مسیح موعود مہدی آخر الزمان علیہ السلام یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے حضور جب مسلم لیگ کا ذکر آیا تو حضور مرزا نے اسکے متعلق ناپسندیدگی ظاہر فرمائی تھی۔ تو کیا ایسا کام جسے خدا کا برگزیدہ مامور ناپسند فرمائے وہ مسلمانوں کے حق میں سازگار بابرکت ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ آپ لوگوں کو روکتے رہیں کہ سیاست میں کسی طرح شریک نہ ہوں۔ اور جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے ــــ یہ پیغام صلح 80ء کا quotation ہے: اب تو مسلم لیگ نے بھی جس کے ممبر آزاد خیال اور روادار سمجھے جاتے ہیں اور ہندوستان کی ذہنی روح تصور کیے جاتے ہیں، انہوں نے ایک حلف نامہ تیار کیا ہے کہ انکی طرف سے اسمبلی کے لیے جو امیدوار کھڑا ہوگا وہ یہ حلف اٹھائے گا کہ اسمبلی میں جا کر احمدیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ اقلیت منظور کرانے کی کوششیں کرے گا۔ یہ دس ستمبر 1936ء کا الفضل ہے۔ اب یہ 1937ء کا ہے: اسکے بعد حضور میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ملکی سیاست کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اس سوال پر روشنی ڈالی ہے کہ جماعت احمدیہ کو کانگریس میں شرکت کرنی چاہیے یا مسلم لیگ میں یہ 37ء کی بات ہے: "حضور نے فرمایا کہ ابھی تک اس بارے میں ہم نے کوئی رائے قائم نہیں کی اور نہ ابھی کوئی دوست رائے قائم کرے۔ بلکہ کانگریس جب علی الاعلان بغیر کسی پیچ کے اور بغیر کسی شک وشبہ کے یہ اعلان نہیں کرتی کہ تبلیغ مذہب اور تبدیلی مذہب پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں

ہوگی' اس وقت تک ہم کانگریس میں نہیں مل سکتے۔ اور اس طرح مسلم لیگ یہ کہہ چکی ہے کہ کوئی احمدی اس کا ممبر نہیں ہو سکتا۔ پھر کون بے غیرت احمدی ہے جو اسمیں شامل ہو، جب تک کہ لیگ صاف طور پر یہ اعلان نہ کردے کہ احمدی مسلم لیگ کے ممبر ہو سکتے ہیں، مسلمانوں کے حلقوں سے امیدوار کھڑے کر سکتے ہیں"۔

اسی طرح بہت سی quotations ہیں۔ لیکن میں اتنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ اس روز انہوں نے ایک فوٹو سٹیٹ کاپی 1944ء کے ریزولیوشن کی پیش کی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مولانا عبدالحامد بدیوانی مرحوم مغفور نے ایک قرارداد پیش کی تھی۔ کہ احمدیوں کو، مرزائیوں کو، جنہیں تمام امت نے متفقہ طور پر کافر قرار دیا ہے، ان کو مسلم لیگ کا ممبر نہیں بننا چاہئے اور انہیں مسلم لیگ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور قائداعظم نے ان سے کہہ کر واپس کروا دی۔ یہ کونسل کا وہ اجلاس ہے جس میں شریک ہونے والے بہت سے لوگ ابھی ہوں گے۔ اور میں اس وقت اسکا اسٹیٹ سیکرٹری تھا۔ محمد علی برکت علی ہال میں جو جلسہ ہوا تھا وہ ریزولیوشن مولانا صاحب میرے پاس لائے تھے اور مجھ سے مشورہ کیا۔ میں نے اسکا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ریزولیوشن ایجنڈا میں شامل ہوا۔ جب اس کا وقت آیا تو قائداعظم نے یہ کہا کہ کون احمدی ہے۔ پنجاب میں کچھ لوگ ہوں گے وہ تو پہلے ہی پاس کر چکے ہیں تو غیر متعلق مسئلہ آپ کیوں لاتے ہیں۔ صرف اتنی بات تھی۔ اور یہ انکا مزاج تھا کہ وہ جدوجہد کے دوران چاہتے تھے کہ کوئی irrelevant چیز سامنے نہ آئے۔ صرف اتنی بات انہوں نے کہی۔ اور مولانا نے کہا کہ ٹھیک ہے، یہ فیصلہ تو پہلے ہے، آل انڈیا مسلم لیگ میں بھی یہ فیصلہ موجود ہے۔ اور کون احمدی ہے جو آتا ہے۔ لہٰذا وہ ریزولیوشن اس طرح ڈراپ ہوا ہے جسکو کہا جاتا ہے کہ قائداعظم نے ریزولیوشن کو مسترد کردیا۔ یہ گویا دروغ گوئی کی انتہا ہے مسلم لیگ نے اور پوری ملت اسلامیہ نے اسے جسم ملت کیلئے ایک ناسور سمجھا، ایک بدگوش سمجھا، سیاسی اور شرعی دونوں حیثیتوں سے، مسلمان ان لوگوں میں سکون محسوس نہیں کرتے تھے۔ البتہ 36ء میں یہ ہوا کہ جواہر لال نہرو لاہور تشریف

لائے 29 مئی کو، تو جیسے ظلی حج ہوتا ہے، ظلی نبی ہوتا ہے اور ظلی قرآن ہے، تو وہاں ایک جیسے یہ کہتے ہیں کہ ہمارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں، تو وہاں ایک انڈین نیشنل لیگ بنائی گئی قادیان میں۔ اور جب جواہر لال نہرو تشریف لائے تو قادیان میں 500 والنٹیئر آئے اور ان کے بڑے مانے ہوئے وکیل چوہدری نصر اللہ صاحب کو قائداعظم کا خطاب دیا گیا، تو ایک ظلی قائداعظم بھی بن گیا، اور انہوں نے سلامی لی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے بڑے بڑے بینرز لگے، پلے کارڈز لگے۔ اس کے بعد لوگوں نے اعتراض کیا۔ وہ جواب پھر میں وقت کی تنگی کی وجہ سے اس اقتباس کو چھوڑتا ہوں۔ مرزا بشیر محمود کا بیان ہے کہ لوگوں کو کیوں اعتراض ہے۔ جواہر لال نہرو نے علامہ اقبال کی مخالفت میں میری حمائت کی تھی، جو علامہ اقبال کی قرارداد تھی کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دو، تو انہوں نے ہماری حمایت کی وہ آئے ہیں تو ایک سیاسی انجمن کی طرف سے ان کا استقبال کیا گیا، انکا خیر مقدم کیا گیا، ان کو سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ تو اس میں حمایت کی کیا بات ہے اب وہاں سیاسی انجمن بھی بنائی گئی وہ۔ تو یہ مختصراً مسلمانوں کے کاموں میں شرکت کا حال ہے۔ اور 5 اپریل کو یعنی جب پاکستان بننے کا زمانہ قریب آنے لگا، ان کے تعلقات دونوں طرف تھے۔ یہ کوشش کر رہے تھے کہ 1946ء میں انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے لیے پنڈت جواہر لال نہرو نے چوہدری ظفر اللہ صاحب کا نام recommend کیا جو انکی کتاب تحدیث نعمت میں موجود ہے۔ اور یہ 1946ء کا وہ زمانہ تھا جب کانگرس اور مسلم لیگ یا ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان feelings بہت شدت پر تھیں۔ اس وقت ان کے یہ تعلقات تھے کہ پورے ہندوستان میں جتنے بڑے وکیل تھے وہاں سے جواہر لال نہرو نے ان کے نام recommend کئے اس وقت یہ کامیاب نہ ہوئے۔

وہاں الیکشن میں یہ الگ بات ہے کہ 15 اپریل 1947ء کو انہوں نے بیان دیا جو یہاں فائل بھی ہو چکا ہے کہ ہم بہر حال اکھنڈ بھارت بنانا چاہتے ہیں اور ہماری کوششوں اور خواہشوں کے علی الرغم اگر پاکستان بن گیا تو پھر ہماری کوشش یہ جاری رہے گی کہ کسی نہ کسی طرح اکھنڈ

بھارت بن جائے۔ یہ بہت مشہور انکا وہ ہے۔ اور اسکا وہ اقتباس بلکہ فوٹوسٹیٹ یہاں داخل کیا جا چکا ہے۔ 5 اپریل کو یہ بات انہوں نے کہی اور 12 اپریل کو ایک سوال کے جواب میں یہ فرمایا ـــــ سوال کسی نامہ نگار کا تھا ـــــ کہ کیا پاکستان عملاً ممکن ہے؟ یہ سوال و جواب ریو آف ریلیجنز جلد 18 نمبر 2 میں شائع ہوا۔

سوال تھا کہ کیا پاکستان عملاً ممکن ہے؟ جواب: سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے دیکھا جائے تو پاکستان ممکن ہے، لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ملک کے حصے بخرے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج دنیا کی کامیابی کا راز اتحاد میں مضمر ہے۔ دوسرے ذراءِ مواصلات بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمیں ضرورتاً ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہونا چاہئے اور اتحاد کی کوشش کرنی چاہئے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس موقع پر ہندوستان دو علیحدہ علیحدہ حصوں میں بٹ جائے اور ہندوستان کی بڑی قومیں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، یہ 12 اپریل کا تھا۔ پھر اسی طرح 13 جون کا اسی مضمون کا ایک بیان ہے۔ پھر 17 جون کا ہے۔ اس کے بعد 18 اگست 1947ء کا ایک بیان ہے، یعنی پاکستان بننے کے بعد۔ اور ایک 28 دسمبر کا ہے تو تقسیم کے موقع پر اماجماعت احمدیہ کو یہ الہام ہوا کہ (عربی)ـــــ

یعنی تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمہیں ایک جگہ اکٹھا کر دے گا۔ اس الہام میں تبشیر کا۔ پہلو بھی ہے اور انداز کا بھی توقع تو پہلے ایک رنگ میں ہو چکی ہے، یعنی ہماری کچھ جماعتیں پاکستان کی طرف چلی گئی ہیں اور کچھ ہندوستان کی طرف۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اکٹھا کرنے کی کوئی صورت پیدا کر دے۔ یہ اکٹھا ہونا دونوں کا، یہ بہرحال مسلسل چل رہا ہے۔ 13 دسمبر کے حالات کی وجہ سے لوگ گھبرا کر قادیان کی خرید کردہ زمینوں کو ضائع شدہ خیال کرنے لگے ہیں اور اپنی ادا کردہ قیمت کو امانت قرار دے کر اسکی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے نوٹس میں بتایا تھا کہ ایسا مطالبہ نہ صرف کاروباری اصول کے مطابق غلط اور ناجائز ہے بلکہ دینی لحاظ سے بھی

ایمانی کمزوری کی علامت ہے کیونکہ دراصل اس مطالبے میں یہ شبہ مخفی ہے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک قادیان کی مشکوک ہے حالانکہ یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہمیں قادیان انشاء اللہ ضرور واپس ملے گا۔ وغیرہ، وغیرہ۔ اب یہ کیسے ملے گا؟ اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ہم قادیان فتح کرلیں یا خدانخواستہ وہ اکھنڈ بھارت کا ان کا جو منصوبہ ہے وہ مکمل ہو جائے۔ تو قادیان کو فتح کرنے کا جہاں تک سوال ہے پاکستان کی حکومت نے ہی اسکا فیصلہ کرتا ہے اور آج 27 سال میں پاکستان حکومت کی طرف سے ہمیشہ یہ اعلان ہوتا رہا کہ ہمیں کسی دوسرے ملک کی سرحدات سے کوئی سروکار نہیں ہے، ہم کسی کے خلاف جارحیت نہیں کریں گے یہ کس نسخے سے اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا چکر دے کر کہ پاکستان اور ہندوستان کی لڑائی کرا کر اس کی صورت پیدا کرنا چاہتے ہیں، یا بہرحال کیا ہے، میں نہیں جانتا۔

اب اس کے بعد 28 دسمبر کی بات ہے۔ مومن وہ ہے جو محض سن کر خدا پر ایمان نہیں لاتا بلکہ جس کا ایمان پورے یقین اور وثوق پر مبنی ہے۔ وہ جانتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ یہ تقسیم ایک عارضی تقسیم ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ قادیان ہماری چیز ہے۔ وہ ہمارا ہی ہے کیونکہ خدا نے وہ مجھے دی ہے، گو آج ہم قادیان نہیں جا سکتے مگر آج ہم محروم کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان اور یقین ہمیں بار بار کہتا ہے کہ قادیان ہمارا ہے۔ وہ احمدیت کا مرکز ہے۔ ہمیشہ احمدیت کا مرکز رہے گا۔ وہ انشاء اللہ حکومت خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، بلکہ حکومتوں کا کوئی مجموعہ بھی ہمیں مستقل طور پر قادیان سے محروم نہیں کر سکتی۔ اگر یہ زمین ہمیں قادیان لیکر نہیں دے گی تو ہمارے خدا کے فرشتے آسمان سے اتریںگے اور ہمیں قادیان لیکر دیںگے۔ اس راہ میں جو بھی طاقت حائل ہوگی وہ پارہ پارہ کر دی جائے گی، وہ نیست و نابود کر دی جائے گی۔ وغیرہ، وغیرہ۔ یہ گویا ان کے عزائم ہیں۔

اس کے ساتھ ان کے ہاں جانبازوں کا نظام ہے جن سے یہ عہد نامہ لیا جاتا ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز فرمایا ہے۔ میں اس حکم کو پورا کرنے کے لیے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دوں گا اور اپنے نفس کو، اپنے بیوی بچوں کو اور اگر خدا کی مشیت یہی ہو تو اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لیے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول پر ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کے لیے تیار رہے۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اسکو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیان کا قصہ جو کچھ ہو گا تو جیسا پہلے میں نے عرض کیا اس کا فیصلہ قادیان ہو یا اور ہو، بہر حال ہمارے بس میں ہو تو ہم چاہیں گے کہ سارا پاکستان ہی بن جائے۔ لیکن یہ کہ یہ فیصلہ مرزائیوں کو کرنا ہے یا پاکستان گورنمنٹ کو کرنا ہے، پاکستان کی گورنمنٹ کو کرنا ہے، اس کا کھلا ہوا اعلان ہے کہ ہمیں کسی کے علاقے میں جارحیت نہیں کرنی ہے اب پاکستان بن جانے کے بعد ان کے جو عزائم ہیں وہ بار باران تحریوں میں آئے ہیں کہ ہمیں اسے اکھنڈ بھارت بنانا ہے، اکٹھا کرنا ہے۔

اس کے بعد ایک دیرینہ ان کی حسرت یہ رہی کہ افسوس ہمارے پاس کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں سوائے احمدیوں کے کوئی نہ ہو۔ اب اس کی کوئی ضرورت تھی کہ وہاں احمدی کے علاوہ کوئی نہیں رہے۔ بہر حال وہ حسرت انہوں نے یہاں پوری کر لی۔ پہلے قادیان کو تقریباً ایسے ہی بنایا تھا۔ وہاں تو جو مسلمان رہتے تھے ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی انہوں نے، یہاں تک کہ ان دکانداروں سے ایک طرح کا ٹیکس لیا جاتا تھا، جیسے یہ جماعتوں میں غیر مسلموں سے جزیہ کے عنوان سے کہتے تھے۔ ان غریب دکانداروں سے ٹیکس لیا جاتا تھا اور ان سے معاہدہ ہوتا تھا کہ جو

ہمارے مخالف ہیں ان سے کسی طرح کا تعلق نہیں رکھیں گے، اور کسی کو پایا گیا تو اسے ایسی سزا دی جاتی کہ پھر وہ ربوہ نہیں جا سکتا تھا۔ قتل و غارت بھی ہوتی تھی، مکانات بھی جلائے جاتے تھے، سبھی کچھ ہوتا تھا۔

اب اس کے بعد یہ منصوبہ بنا کہ پہلے بلوچستان پر قبضہ ہونا چاہئے۔ اور وہ اقتباس، چونکہ میرے خیال میں پہلے موجود ہے، دس لاکھ، بارہ لاکھ کی آبادی ہے، اگر ہم پوری کوشش کریں، پورا پاکستان نہ سہی، ایک صوبہ تو ہمارا اپنا ہو سکتا ہے۔ وہ آرزو پوری نہیں ہوتی۔ اور مرزا صاحب کے آخری الہاموں میں ایک الہام یہ بھی تھا۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ پوری نہیں ہوئی لیکن ان کی ریشہ دوانیاں جاری ہیں۔ پاکستان میں حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے ان کا وہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ ہمارے ملک میں پہلی بار فوجی انقلاب کے ذریعے حکومت کو بدلنے کی کوشش ہوئی، اس میں جو لوگ شامل تھے وہ نام کوئی چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اس کے بعد سے مسلسل یہ کوشش ہوتی رہی، یہاں تک کہ ایک آخری دور میں —— یہ بیچ کی چیزیں میں نظر انداز کرتے ہوئے آتا ہوں —— مشرقی پاکستان کا حصہ گیا۔ حالات اتنے خراب ہو گئے کہ تمام سیاسی جماعتیں اس کی کوشش کرنے لگیں۔ کسی نے کہا کہ مجیب الرحمٰن سے کوئی سیاسی مفاہمت ہو جائے تاکہ پاکستان دو ٹکڑوں میں نہ بٹے۔ یہ حالات جب بہت بگڑ گئے پھر بھی یہ کوشش ہوتی رہی۔ یہاں سے مختلف پارٹیوں کے لوگ وہاں گئے، مذاکرات کیے۔ عین اس زمانے میں سر ظفر اللہ نے آٹھ مارچ کو اسلام آباد میں اپنے کسی دوست کو خط لکھا۔ اس دوست کا نام ظاہر نہیں کیا لیکن یہ کہا کہ وہ ایسے دوست ہیں کہ وہ مغربی پاکستان کے سیاسی لیڈروں سے بہت قریب ہیں، اور گویا بہت با اثر ہیں۔ یہ خط انہوں نے اردو میں بھیجا۔ By process of elimination آدمی اندازہ کر سکتا ہے کہ جو لوگ اس وقت count کرتے تھے ان میں یہ خط کس کے نام ہوگا۔ زبان بھی اس کی

بڑی مذہبی ہے جو ایک خاص طبقے کے اندر زیادہ سمجھی جاتی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں، میں وہ خط سنا دیتا ہوں۔ ماحصل اسکا یہ ہے اور وہ یقین دلاتے ہیں کہ "مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے ایک رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ بات دل سے بھلا دو۔ اب یہ ہے کہ فوج کشی نہ کرو اور صلح صفائی کے ساتھ الگ کر دو" یہ گویا لوگوں کے ذہن پر اپنے سارے عمر بھر کے بین الاقوامی تجربے اور اس کا زور ڈال کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کسی بہت با اثر دوست کو لکھا ہے۔ اور لوگ اپنی جگہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس زمانے میں یحیٰی صاحب کے قریب ان کے با اثر دوستوں میں کون ہوگا۔ خط یہ ہے کہ "ان آثار و قرائن کی بنا پر جن کا ذکر جرائد میں آتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خاکسار کے ذہن میں جو افکار چکر لگاتے ہیں وہ گزارش خدمت ہیں۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کو باہم جکڑنے والی زنجیر مخلصین له الدین ہی ہوسکتی تھی۔ ورنہ آب و ہوا، زبان، خوراک، رنگ روپ، خدوخال، لباس، حتیٰ کہ عبادت کو چھوڑ کر معاشرے کا خاکہ اور ذہنی افکار سب مختلف ہیں۔ اب اعتماد مفقود اور دین کی نسبت جذبات پر قومیت کا غلبہ ہے۔ ادھر سارے عالم میں حق خود ارادیت کی پرستش۔ مشرق و مغرب میں آبادی کی نسبت سات اور چھ، اور رقبے کی نسبت نو اور اکیاون ہے۔ مشرق عملاً علیحدگی پر مصر ہے۔ مغرب کے پاس کوئی قاطع برہان اس کے خلاف نہیں۔ ہو بھی تو مشرق سننے اور غور کرنے پر آمادہ نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جبر نہ ہی حرف لا حاصل ہے۔ بلکہ خودکشی کے مترادف ہے۔ اگر خون کی خلیج خدانخواستہ حائل ہوگئی تو پاٹی نہ جا سکے گی۔ اور نقصان مایہ کی تلافی کی صورت ہوسکتی ہے، نقصان جان تلافی نہیں ہوسکتی۔ اور شماتت ہمسایہ کی تلخی تو بہر صورت لازم ہے۔ پھر جبر سے اگر کچھ دن برا بھلا گزارہ ہو بھی تو باہمی ربط بڑھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس لیے خواستہ یا نخواستہ صراحاً جمیلہ ہی کا طریقہ کام آسکتا ہے۔ اس کے رستے میں بہت سی مشکلات ہیں۔ آج تو شاید

باہمی مفاہمت سے نپٹ سکیں۔ چند دن بعد شاید یہ امکان بھی جاتا رہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ موجودہ صورت میں امساک بالمعروف ممکن نہیں اور تصریح بالاحسان کا ہی رستہ کھلا ہے۔ یہ گویا میاں بیوی میں اگر کوئی نزاع ہو جائے تو قرآن کریم کی رو سے دو راستے ہیں۔ یا تو خوشدلی سے اس نزاع کو ختم کر کے اچھے طریقے پر رہو۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر خوشدلی کے ساتھ اچھے انداز میں قطع تعلق کر لو۔ تو یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی راستہ رہ گیا ہے کہ قطع تعلق کرو۔ دونوں کو مشکلات کا سامنا ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تو یغنی هما بفضله پر قادر ہے۔ اگر اس وقت کدورت نہ بڑھائی جائے تو شاید کل کو اپنے اپنے گھر کا جائزہ لینے کے بعد کوئی طریق سے دوستانہ تعاون برادرانہ امداد پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ صورت بہت سے خطرات کا موجب ہے اور جگ ہنسائی اور شماتت کا سامنا ہے" یہ ہے خط جس میں اپنے بااثر دوست کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ احسان بالمعروف یعنی دونوں بازوؤں کا ایک جگہ ایک ملک کی صورت میں رہنا یہ ناممکن ہے اور اس کے لیے کوئی کوشش اب نہیں کرنی چاہیے۔ ایک راستہ گویا علیحدگی کا صراحاً جمیلہ کا دیکھنا چاہیے۔ یہ ہے پاکستان کی وحدت وسالمیت کے تحفظ کے سلسلے میں اس جماعت کا contribution اب اس کے علاوہ جو آگے عزائم اور تیاریاں ہیں میں ان کی بعض ہلکی سی جھلک اقتباسات کے ذریعے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تو آج جس کام کے لیے مصروف ہیں اس کے متعلق کشمیر کمیٹی کا ایک فیصلہ پچھلے سال ہوا تھا۔ اس پر تبصرہ ہوا، وہ بہت معنی خیز ہے۔ ایک جملہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ہاں، اس سے پہلے 26/27/28 کے سالانہ جلسہ 1947ء کا اس میں خطبہ جمعہ میں مرزا بشیر الدین صاحب کا اعلان یہ ہیں حفعد ایدہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اصل جلسہ تو وہی سمجھا جائیگا جو قادیان میں مقیم احمدی وہاں منعقد کرتے ہیں۔ لاہور کا جلسہ اسکا ظل ہے۔ یعنی نہ ظلی جلسہ ہے۔ اور اسکی تائید میں سمجھا جائے گا اور اس امر کے

خلاف بطور احتجاج منعقد کیا جائے گا کہ اس جماعت کو اسکے مقدس مذہبی مرکز سے محروم کر دیا گیا جو ہمیشہ حکومت وقت کی وفادار اور پر امن رہی ہے۔ پہلے کشمیر میں اس طرح کا ریزولیشن پاس ہوا تھا۔ اس پر ان کے موجودہ خلیفہ کا تبصرہ ہوا ہے:" پس نو یا بارہ آدمیوں نے اس قسم کی قرارداد پاس کر دی تو خدا کی قائم کردہ جماعت پر اس کا کیا اثر ہوسکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں جو خرابیاں پیدا ہوسکتیں ہیں۔ وہ یہ نہیں کہ جماعت احمدیہ غیر مسلم بن جائے گی۔ جس جماعت کو اللہ تعالیٰ مسلمان کہے اسکو کوئی نا سمجھ انسان غیر مسلم قرار دے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس لیے ہمیں اس کی فکر نہیں۔ ہمیں فکر ہے تو اس بات کی کہ اگر یہ خرابی خدانخواستہ انتہا تک پہنچ گئی تو اس قسم کے فتنہ فساد کے نتیجہ میں پاکستان قائم نہیں رہے گا۔ گویا یہ وارننگ ہے جو انہوں نے اس وقت دی تھی۔ پاکستان قائم نہ رہنے کے لیے کیا انتظامات ہیں وہ تو زیادہ تفصیل سے میں اس وقت نہیں بتا سکتا۔ لیکن یہ خادم الاحمدیہ بڑی ذمہ داریوں کا حامل ہے ہماری ایک مجلس ہے، ہماری نوجوان نسل جس نے اس رنگ میں تربیت حاصل کر لی ہے جو بڑھتی ہوئی ذمہ داریاں اور بڑھتے ہوئے بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ انسانی جسم پر بنیادی طور پر دو قسم کے بوجھ پڑتے ہیں۔ ایک وہ بوجھ جو براہ راست اس کے جسمانی اور ذہنی قواء پر پڑتا ہے۔ ایک وہ بوجھ ہے جو بالواسطہ اس کے جسمانی اور ذہنی قواء پر پڑتا ہے۔ اس کے لیے جو تربیت یہ جماعت اپنے پیارے بچوں کو دینا چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ انکی جسمانی قوتوں کو نشو و نما اس رنگ میں پہنچائیں کہ دوہری ذمہ داریاں نبھانے کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ ان میں سے ایک طریق جو ماضی قریب میں جاری کیا گیا وہ سائیکل کا استعمال ہے۔ جب اسلام میں یہ تحریک کی تو مختصراً اشارہ کیا تھا کہ اپنی صحتوں کو برقرار رکھنے کے لیے سائیکل کی طرف متوجہ ہوں۔ اس وقت جو تعداد میرے علم میں آئی ہے وہ 662 ہے۔ لیکن اس میں جنہوں نے نام ابھی تک رجسٹر نہیں کرائے توقع ہے کہ کچھ آج

پہنچ جائیں گے۔ان میں سے وہ ہیں جو کراچی سے سائیکل پر تقریباً نوے اور سو میل روزانہ طے کر کے تھر پارسندھ وغیرہ سے آسکتے ہیں۔انہوں نے یہ کہا ہے۔میں نے بتایا تھا آج دھراتا ہوں۔مجھے بڑی جلدی ایک لاکھ احمدی سائیکل چاہیں۔احمدی سائیکل وہ ہیں جو احمدی چلاتے ہیں۔اور ایک لاکھ ایسے احمدی چاہتے ہیں جنہیں روزانہ سو میل چلنے کی عادت ہو۔سو میل روزانہ چلنے ایک دن میں ہمارا احمدی ایک کروڑ میل کا سفر کر رہا ہوگا۔یہ بڑی حرکت ہے،اور حرکت میں برکت ہے۔ہم نے تجربہ کیا تو ہر شخص نے الا ماشاء اللہ اسکو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ایک لاکھ سائیکل سوار چاہیں کیوں۔میں آپ لوگوں کے سامنے ایک بڑا منصوبہ پیش کرنے والا ہوں۔اس کے لیے بھی تیاری کر رہا ہوں۔آپ کے ذہنوں کو بھی اس کے لیے تیار کر رہا ہوں۔پس یہ جسمانی قوت کو مضبوط کرنے کے لیے ایک پروگرام ہے۔ہلاکو خان، چنگیز خان جو دنیا فتح کرنے کے لیے اپنے ملک سے نکلے تھے اور دنیا کو فتح کیا تھا ان کے پاس ایسے گھوڑے تھے جنکو سات آٹھ سو میل تک گھوڑے سے اترنے کی اجازت نہیں تھی۔ہلاکو خان، چنگیز خان موٹی سرخیوں سے لکھا ہوا ہے۔ذہن ادھر مائل کیا جا رہا ہے۔اب وہ اس کے ساتھ دس ہزار گھوڑوں کی فرمائش کہ دس ہزار گھوڑے تیار ہوں۔اور وہ دس ہزار گھوڑے احمدیوں کے ہوں۔اور ان سواروں کو نیزہ بازی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔اب میں اقتباس پڑھ رہا ہوں۔اس کے ساتھ خدام الاحمدیہ کسے کہا گیا ہے۔خادم کی علامت کے طور پر ایک رومال تجویز کیا گیا ہے۔کیونکہ وقت کم تھا یہ صرف پانچ سو کے قریب تیار ہو سکے کچھ نے خرید بھی لیے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ساری دنیا میں خادم اسلام کے پاس یہ رومال ہونا چاہیے۔اس رومال میں ایک چھلہ پڑتا ہے—— یہودی بڑی ہوشیار قوم ہے۔وہ دنیا میں ہر محاذ پر اپنی بڑائی پھیلانے کی کوشش کرتی ہے۔چنانچہ مجھے اس رومال اور چھلے کا خیال آیا تو میں نے سوچا کہ ہمیں اپنے لیے رنگ (ring) خود تجویز کرنے

چاہیں الحمرا کی دیواروں پر مجھے چار فقرے نظر آئے:

(۱) لاغالب الا اللہ (۲) القدرت اللہ

(۳) الحکم اللہ (۴) العزت اللہ۔

ان سے فائدہ اٹھا کر یہ تجویز کی ہے۔ عام اطفال اور خدام یعنی ہر رکن کے لیے القدرت اللہ کا چھلہ، اور جو عہید ار ہیں ان کے لیے العزت اللہ کا یہی لجنہ اماء اللہ کا نشان ہے البتہ ان کے ومال کا رنگ مختلف ہے۔ ویسے جھنڈوں کے لیے عام طور پر سبز رنگ ہوتا ہے۔ صرف جھنڈے کا ذکر ہے۔ اب اسکی بڑی تاکید کی گئی ہے۔ اگر رومال ایک گز سے چھوٹا رہ جائے تو اسکے ذریعے جو دوسرے فوائد ہمارے مدنظر ہیں ــــ وہ رومال کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بہر حال سکاؤٹس میں بھی چھلہ اور رومال ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کوئی بہت بڑے کام کے لیے ہے اور اسکو پڑھنے کے بعد مجھے ڈلہوزی کے زمانے کا چھلہ اور رومال جو ٹھگ استعمال کیا کرتے تھے، ان کے پاس رومال ہوتا تھا اور ایک چھلہ ہوتا تھا اور اسکے ذریعے وہ آدمیوں کی گردن پھنسا کر فوری طور پر ختم کر دیتے تھے۔ اب یہ ایک لاکھ سائیکل سوار، دس ہزار گھوڑے اور نیزہ باز، یہ سب کس کی تیاری ہے؟ کیا قادیان واپس لینے کی تیاری ہے یا یہ جس طرح بہت دفعہ انہوں نے کہا، ہمیں اپنی حکومت قائم کرنی ہے اسکی تیاری کرنی ہے بہر حال یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہم صرف نظر نہیں کر سکتے۔ یہ وقت آ گیا ہے کہ ہمیں پوری تیاری سے اس مسئلہ کو نمٹانا چاہیے۔

ایک چیز اور عرض کروں گا۔ جس وقت یہ باؤنڈری کمیشن کا واقعہ آیا ہے اور آپ نے دیکھا 5 اپریل سے اگست 1947ء بلکہ دسمبر 1947ء کے اقتباسات میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ جس میں ہر جگہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان کے قیام سے یہ اپنا ذہن ہم آہنگ نہیں کر سکے۔ لیکن جب باؤنڈری کمیشن کا وقت آیا ہے تو خود چودھری ظفر اللہ صاحب لکھتے ہیں۔ یہ بہت دلچسپ اقتباس ہے، اس لیے کہ کہاں تو مرزا بشیر محمود صاحب ایک طرف یہ لکھ

رہے ہیں کہ ہمیں اکھنڈ بھارت بنانا ہے اور ہمیں کوشش جاری رکھنی ہے۔ لیکن باؤنڈری کمیشن کا تقرر ہوتے ہی ان کو مسلم لیگ کے کیس سے اتنی دلچسپی ہو گئی کہ اتنی مسلم لیگ کے لیڈروں کو بھی نہ تھی۔ مجھے وہ انگریزی کی مثل یاد آتی ہے:

"A woman that loves a child more than its mother does, must be a witch."

تو یہ مختصر سا اقتباس ہے "تحدیث نعمت" مصنفہ چودھری ظفر اللہ صاحب، صفحہ:۔566

"حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ ان دنوں لاہور ہی میں تشریف فرما تھے۔ بدھ کی سہ پہر کو مولانا عبدالرحیم درد صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت صاحب نے یہ دریافت کرنے کے لیے مجھے بھیجا ہے کہ حضور کسی وقت تشریف لاکر تمہیں تقسیم کے متعلق بعض پہلوؤں کے متعلق معلومات بہم پہنچادیں۔ خاکسار نے (یعنی ظفر اللہ نے) گزارش کی کہ جس وقت حضور کا ارشاد ہو، خاکسار، حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ درد صاحب نے فرمایا حضور کا ارشاد ہے کہ تم نہایت اہم قومی فرض کی سرانجام دہی میں مصروف ہو۔ تمہارا وقت بہت قیمتی ہے۔ تم اپنے کام میں لگے رہو۔ ہم وہیں تشریف لائیں گے۔ موجودہ حالات میں یہی مناسب ہے۔ چنانچہ حضور تشریف لائے، اور بٹوارے کے اصولوں کے متعلق بعض نہایت مفید حوالوں کی نقول خاکسار کو عطا کیں، اور فرمایا کہ اصل کتب کے منگوانے کے لیے ہم نے انگلستان فرمائش بھیجی ہوئی ہے۔ اگر وہ کتب بروقت پہنچ گئیں تو وہ بھی تمہیں بھیج دی جائیں گی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے خرچ کے دفاع کے ہر ماہر پروفیسر کی خدمات حاصل کی ہیں۔ وہ لاہور پہنچ چکے ہیں اور نقشہ جات وغیرہ تیار کرنے میں مصروف ہیں۔ تم تحریری بیان تیار کر لینے کے بعد ان کے ساتھ مشورے کے لیے وقت

نکال لینا۔ وہ یہاں آ کر تمہیں یہ پہلو سمجھا دیں گے۔ چنانچہ متعلقہ کتب انگلستان سے قادیان پہنچیں اور وہاں سے ایک موٹر سائیکل سوار انہیں سائڈ کار میں رکھ کر لاہور لے آیا اور دوران بحث وہ ہمیں میسر آ گئیں۔ ان سے ہمیں بہت مدد ملی"۔

جو پروفیسر آئے تھے ان کا نام تھا پروفیسر سپیٹ۔ پروفیسر سپیٹ نے مجھے دفاعی پہلو خوب سمجھا دیا۔ وغیرہ، وغیرہ۔ اب دفاعی پہلو کیا سمجھایا؟ میں نے آپ کے توسط سے انہیں خط لکھا تھا کہ پروفیسر سپیٹ کی observations, recommendations جو ہوں، ان کی ایک کتاب ہمیں نہ بھیج دیں۔ وہ انہوں نے نہ بھیجیں کہ دفاعی پہلو اسے کیا سمجھایا گیا کہ پاکستان کس طرح بنایا جائے۔ اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ دلچسپی مرزا صاحب کو تھی۔ وہ چیز تو ہمارے پاس نہیں ہے لیکن جو پہلے کے عزائم سامنے آ رہے ہیں اور اس کے بعد جو نقشہ بن رہا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا کچھ ہو گا۔

Mr. Chairman: Sir, how long will you take?

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: آپ جس وقت کہیں گے۔

جناب چیئرمین: میں بالکل نہیں کہوں گا۔ You have already taken 1/1-2 hours.

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اچھا جی۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میں روک نہیں رہا، میں نے ویسے پوچھا تھا۔

Why do you feel ill when I ask how long you will take? I am sorry.

میں نے صرف اس لیے پوچھا تھا کہ میں صرف ایڈجسٹ کرسکوں۔ Members are becoming restive کچھ لیڈی حضرات جا چکی ہیں اور باقی سارے گھڑیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ کوئی مجھے کہہ رہے ہیں کہ روٹی کھانی ہے۔ اس لیے میں نے پوچھا تھا تا کہ میں ایڈجسٹ کرسکوں۔

I am not saying that he is not saying useful world. You think that you believe that these are useful words and I do not believe that these are useful words?

میں غلطی کر بیٹھا ہوں کہ آپ کو کہہ بیٹھا ہوں کہ تیزی سے نہ پڑھیں I am sorry for that. I apologize before the whole House صرف اس واسطے میں نے کہا کہ سائیکلو سٹائل کروا کے دے دیں۔

That will be useful; and give oral arguments, that would be better. How long will you take?

میں نے صرف ایڈجسٹ کرنا ہے۔ That is all

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میرے خیال میں میں نے جو گزارش کی تھی اگر وہ آپ منظور کرتے ہیں......

جناب چیئرمین: وہ میں نے کب انکار کیا ہے؟ اس وقت حنیف خان صاحب نے کہا تھا کہ تحریری طور پر دے دیں۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میری گزارش یہ ہے کہ میں بھی یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ممبر صاحبان کافی تھک گئے ہوں گے۔

Mr. Chairman: From their expressions; that is why I cut it short.

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں اسکو یہاں ختم کرتا ہوں۔ اگر آپ مجھے آدھ گھنٹہ اس روز دے دیں تو میں کوشش کروں گا......

جناب چیئرمین: اگر آپ مناسب سمجھیں تو اٹارنی جنرل صاحب کے بعد جیسے بھی......

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ہاں، اتنا وقت تو کوئی ایسا نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین: اگر ضرورت سمجھیں۔ یہ میں نے اس واسطے کہا کہ ڈیڑھ بج گیا ہے، اور آپ نے فرمایا تھا کہ ایک گھنٹہ لیں گے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: میں نے ڈیڑھ گھنٹہ کہا تھا۔

جناب چیئرمین: آدھ گھنٹہ پہلے ہو گیا ہے، بریک سے پہلے ساڑھے گیارہ بجے آپ نے سٹارٹ کیا۔ بارہ بجے بریک ہوئی۔ 12.25 پر پھر ہم نے سٹارٹ کیا تھا۔ 1.35 ہو گیا ہے۔

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: ٹھیک ہے۔ پھر اس روز کے لیے رکھے۔ اگر وہ تیار ہو گئے تو آدھ گھنٹہ شروع کا مجھے دے دیں۔ یعنی آنے میں بھی تو کچھ دیر ہوتی ہے۔ میں اس وقت کر لوں گا۔

جناب چیئرمین: بالکل ٹھیک ہے جی thank you

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: اگر میں کچھ لکھ سکا، جس کی زیادہ امید نہیں ہے، تو پھر وہ بھی کر لوں گا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے Thank you very much

مسٹر جمال کوریجہ! آپ اندازاً کتنا وقت لیں گے؟

خواجہ جمال محمد کوریجہ: دو منٹ، جناب۔

جناب والا! کوئی ڈیڑھ مہینے سے مرزائیت کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ بحث صرف اس مسئلے پر کی جا رہی ہے کہ مرزا غلام احمد نبی ہے یا نہیں۔ افسوس سے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان دنیا کی

عظیم اسلامی مملکت شمار ہوتا تھا۔ دنیا کی نظر میں یہ ایک بہت بڑا اسلامی ملک کہا جاتا تھا۔ لیکن آج تمام ملکوں کے اندر ہم بدنام ہو چکے ہیں۔ ایک مسئلہ جو متنازع مسئلہ نہیں ہے، اس مسئلے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حل فرما دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، نہ آ سکتا ہے۔ میں نے دین کو انؐ کے اوپر مکمل کر دیا ہے۔ جواب اس کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے، وہ مرتد ہے، وہ واجب القتل ہے۔ پھر مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ انگریز نے اسکی پرورش کی جس طریقے سے اسکی پروش ہوتی رہی۔ پھر مسلمان کا دور آیا۔ ستائیس سال گزر گئے ہیں۔ ہماری حکومتوں نے پھر اس کو انگریز کی سرپرستی سے بھی زیادہ سرپرستی دی۔ تو ہم لوگ آج کسی اسلامی ملک کے سامنے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان تو ان لوگوں کا تھا جنہوں نے دعویدار کو چند لمحے بھی اس دنیا میں رہنے کی اجازت یا مہلت نہ دی اور ان کے خلاف جہاد کیا اور ان کو فی النار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ حضورؐ نے فرما دیا کہ اگر میرے بعد نبی آتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اسکو ثابت کر دیا کہ واقعی حضور کا فرمان صحیح ہے، اللہ کا فرمان صحیح ہے۔ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے خلاف جہاد کر کے اس کو ختم کر دیا۔ اسی طرح کے بیس بائیس اور بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے دعوے کیے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا۔ لیکن یہ واحد ایک مملکت آئی ہے جو ڈیڑھ مہینے سے ایک ولد الحرام فرقے کو یہاں بٹھا کر ان سے یہ دلائل پوچھے جا رہے ہیں کہ تم اپنی نبوت کے دلائل پیش کرو کہ تم صحیح ہو یا غلط ہو۔ کون سی گنجائش ہے کہ حضورؐ خاتم النبیین نہیں ہیں؟ کون اس کے اوپر تھوڑی سی گنجائش کرتا ہے کہ حضورؐ خاتم النبیین نہ تھے؟ اگر کوئی آدمی تھوڑا سا خیال بھی کر لیتا ہے، تھوڑا سا وہم بھی اس کے اندر آ جاتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اس کا ایمان نہیں رہتا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ نبوت کا ایک

دعویٰ کرتا ہے تو ہم اسکے ساتھ کیسے پیش آئیں گے۔تو حضور نے کہا اسکے خلاف جہاد کرو۔اگر تم نے اس سے صرف یہ پوچھ لیا کہ تم معجزہ دکھاؤ تو تم بھی اسی طریقے سے مجرم ہو جاؤ گے جیسے کہ وہ مجرم ہے۔یعنی معجزہ طلب کرنا بھی شرک ہے۔اور ہم ڈیڑھ مہینے سے یہ بحث و تمحیص کر رہے ہیں کہ آیا یہ کافر ہیں یا نہیں۔یہ ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

جناب چیئرمین: معاف کریں، یہ ہم بحث نہیں کر رہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: بالکل یہی کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، سوری۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: بالکل یہی بحث ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین: نہ۔نہ آپ نے ریزولیوشن پڑھے ہیں، نہ آپ نے بحث سنی ہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: مجھے بتائیں کہ وہ یہاں کس لیے آئے؟ مرزا ناصر کیوں آیا؟

جناب چیئرمین: میں آپ سے بحث میں نہیں الجھنا چاہتا۔یہ تھا کہ ایک ریزولیوشن آیا تھا

-to determine the status of the Ahmedis.

خواجہ جمال محمد کوریجہ: اپنی بولی میں، اپنی زبان میں۔

جناب چیئرمین: کہ یہ واضح کیا جائے کہ گا قادیانیوں کا، احمدیوں کا کیا مقام ہے۔ایک ریزولیوشن آپ کی طرف سے آیا تھا کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔باقی دو تین ریزولیوشن اور آئے ہیں، اور ان میں کسی ایک نے بھی ایسا کوئی ریزولیوشن پیش نہیں کیا کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر ہیں۔اس واسطے یہ بحث بالکل نہیں رہی وہ ایک clarification تھی جس کے واسطے ان کو بلایا گیا تھا، جس کے واسطے ان پر جرح کی گئی تھی اور سوال پوچھے گئے تھے اور یہ سوال بھی ممبران نے دیئے تھے، کوئی باہر سے نہیں آئے تھے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: تو جناب والا! ان کو اقلیت قرار دینے سے اور کیا ثابت ہو رہا ہے؟

جناب چیئرمین: آپ اس طرح ممبر صاحبان کی توہین نہ کریں۔ یہ سب انہوں نے خود سوال مرتب کیئے تھے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: کسی ممبر کی میں توہین نہیں کر رہا، میں اپنا ایمان اور میرا جو عقیدہ ہے وہ بیان کر رہا ہوں کہ یہ لوگ......

جناب چیئرمین: نہ، آپ کیوں اسمبلی کی ایسی تیسی کر رہے ہیں؟

خواجہ جمال محمد کوریجہ: میں تو جناب! دو منٹ میں ختم کر دیتا ہوں، آپ نے خواہ مخواہ اتنا ٹائم لے لیا ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، یہ آپ نے غلط کہا ہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: میں بحث نہیں کر سکتا ہوں؟

جناب چیئرمین: اسمبلی کے ممبران کا ایمان مضبوط ہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: لیکن میرا ایمان مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں اس کے اوپر بحث کروں۔ جیسے لوگوں نے بڑے بڑے دلائل دیئے ہیں کہ وہ اس لیے خراب تھا کہ وہ انگریز کا وفادار تھا، وہ اس لیے خراب تھا کہ اس نے ساری زندگی انگریزوں کے ساتھ مل کر گزاری، اس نے ان کی وفاداری کی، اس کا وظیفہ خوار تھا۔ اگر ایک آدمی ان تمام عیوب سے پاک ہو اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر ہمیں اسے تسلیم کر لینا چاہیئے؟ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ وہ وفادار تھا یا نہیں تھا میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا بڑا جرم جو ہے وہ یہ ہے کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے لہٰذا وہ واجب القتل ہے۔ وہ مرتد اور ہمارے مسلم معاشرے کے اندر اس کا رہنا، اس کا رہن سہن جو ہے وہ اسلام کے خلاف ہے۔ میں گورنمنٹ کی خدمت میں استدعا کروں گا کہ مرزا غلام احمد جو

ولدالحرام ہے، جوولدالحرام تھا، اس کی جماعت جو ہے وہ بھی ولدالحرام ہے، مرتد ہے، مشرک ہے جوان کو پناہ دیتے ہیں وہ بھی کافراور مرتد ہیں۔ جوان کے ساتھ لین دین رکھتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں۔لہٰذاان کوفوراًاس پاک سرزمین سے نکال کراس ملک کو پاک کیا جائے۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک)! آپ کتنا ٹائم لیں گے؟

مولانا عبدالحق: جتنا آپ فرمائیں۔

جناب چیئرمین: آپ ویسے دستخطی ہیں، ان کو ٹائم تھوڑا مل رہا ہے جنہوں نے دستخط کئے ہیں اور دوسو صفحے کی کتاب لکھی ہے، انہیں کم ٹائم دیا جارہا ہے۔

مولوی مفتی محمود: اس میں پانچ منٹ میں بھی لوں گا۔کچھ تجاویز ہیں میری۔

جناب چیئرمین: پھر آپ پرسوں صبح لے لیں۔

مولوی مفتی محمود: جیسے آپ مناسب سمجھیں۔

جناب چیئرمین: جی ہاں۔مولانا عبدالحق صاحب! کتنا ٹائم آپ لیں گے؟

مولانا عبدالحق: پانچ دس منٹ۔

جناب چیئرمین: پانچ منٹ میں ختم کردیں۔

مولانا عبدالحق: اچھا جی۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، شروع کردیں ——— وہ تقریر کرکے جارہے ہیں۔بس یہی ہے کہ اپنا جوش نکالا، تقریر کی اور گئے۔پانچ منٹ آپ نے لیں، پھر پرسوں کے لیے ملتوی کرتے ہیں۔

چوہدری ممتاز احمد: جناب والا! کوریجہ صاحب اب جارہے ہیں۔

جناب چیئرمین: بالکل۔ اپنا جوش ٹھنڈا کیا، کسی نے کسی کو گالی نکالی، کسی نے کسی کو، اس کے بعد باہر۔

ایک رکن: ڈیڑھ بج گیا ہے۔

جناب چیئرمین: پانچ منٹ انہوں نے لینے ہیں، پھر مفتی صاحب نے لینے ہیں۔ Then we will adjourn the House. Then all the members are satisfied.

مولانا عبدالحق: جناب چیئرمین! پانچ منٹ ہیں اس لیے دو تین باتیں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ہاں، بس تجاویز دیں۔ باقی تو سب کچھ آچکا ہے اس تحریر میں۔

مولانا عبدالحق: اصل میں دو مسئلے ہیں۔ ایک مسئلہ تو ہے ختم نبوت کا کہ حضور اقدس ﷺ خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں۔ اور ایک مسئلہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو ماننے والے غیر مسلم ہیں یا مسلمان۔ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ گزشتہ سال جیسے کے آئین کو ہم نے پاس کیا اور منظور کیا......

مولانا محمد ظفر احمد انصاری: شاید مولانا صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہیں یا غیر مسلم۔ یہ مسئلہ ہے ہی نہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم ان کی دستوری اور قانونی حیثیت کو کس طریقے سے واضح کریں۔

جناب چیئرمین: یہی تو میں نے کوریجہ صاحب کو کہا تھا کہ ان کی قانونی حیثیت کہا ہے اور کہا کچھ ہم کر سکتے ہیں، کیا ہمیں سفارش کرنی چاہئے۔

مولانا عبدالحق: اچھا جی۔ تو گزارش میری یہ ہے کہ ختم نبوت کا مسئلہ جو ہے یہ مسئلہ تو ہمارے آئین میں طے شدہ ہے کہ مسلمان وہ ہو سکتا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور اس کے بعد کوئی بروزی یا ظلی نبی نہیں آسکتا۔ تو اس وقت صورت حال یہ ہے

کہ یہ مسئلہ تو آئین کے لحاظ سے طے شدہ ہے۔اب یہ دوسرا مسئلہ مرزا غلام احمد کے متعلق ہے۔ تو اس کے متعلق یہاں پر کتابوں اور حوالوں سے اور مرزا ناصر اور صدرالدین کی تسلیم سے یہ چیز انہوں نے مان لی ہے کہ مرزا غلام احمد نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں۔اور اس کی جتنی تاویلیں انہوں نے کہیں ان تمام تاویلوں کے بعد انہوں نے یہ باتسلیم کر لی ہے کہ مرزا غلام احمد کو ہم نبی جانتے ہیں اور اس نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔لاہوری پارٹی نے بھی یہی کہا کہ ہم اس کو مجدد یا ملہم یا مکلم کہتے ہیں۔لیکن اٹارنی جنرل صاحب کے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں، انہیں نبی بھی کہا جا سکتا ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا" نیزل نبی اللہ عیسیٰ بن مریم"۔تو ہمارے اٹارنی جنرل صاحب نے فرمایا انہیں۔(لاہوری پارٹی سے) کہ جب حضور اکرم ﷺ کی حدیث سے تم نبوت کا اطلاق کرنا چاہتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس کو نبی مانتے ہو۔تو دونوں جماعتوں نے اس کو نبی تسلیم کر لیا۔

اب یہ ہے کہ آئین کے مطابق جو رسول کریم ﷺ کو خاتم النبین نہیں جانتا وہ آئین کے مطابق مسلمان نہیں ہے، وہ غیر مسلم ہے۔تو اس صورت میں ان کے غیر مسلم ہونے کا (جیسا کہ نفس الامر میں ہے اور شریعت میں ہے اسی طریقے سے) آئین کی بنا پر بھی وہ غیر مسلم ہی ہوئے۔

اب رہی دوسری بات کہ وہ ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم ہمیں غیر مسلم اقلیت قرار دیتے ہو، تو ہماری جانب سے یہ کہا گیا کہ تم غیر احمدی کو یعنی مسلمانوں کو مسلمان کہتے ہو یا دائرہ اسلام سے خارج؟ تو دونوں جماعتوں نے یہ تسلیم کر لیا، لاہوریوں نے کہا کہ غیر احمدی حقیقی مسلمان نہیں ہے، اور ربوہ والوں نے کہا کہ دائرہ اسلام سے غیر احمدی خارج ہیں اور کافر ہیں اور پکے کافر ہیں۔یہ بات انہوں نے تسلیم کر لی۔اب یہاں پر جب کہ وہ لوگ ہمیں کافر کہتے ہیں، پکے

کافر کہتے ہیں، دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہیں، تو ظاہر بات ہے کہ ہمارے اوران کے درمیان حقیقت میں الحمدللہ امتیاز ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ لیکن اگران کی نظر میں ہم غیر مسلم اکثریت ہیں، تم چاہے اپنے آپ کو مسلمان کہو یا جو بھی کہو، لیکن انہیں یہ ماننا پڑے گا کہ جمہور مسلمین کے یعنی غیر مرزائی مسلمان جو ہیں ان کے مقابلے میں وہ یقیناً الگ فرقہ ہیں، اس کو تسلیم کرنا ہوگا۔ یا ہمیں یہ کہہ دو کہ چلو بھئی تم غیر مسلم اکثریت ہو اور اپنے آپ کو یہ مان لو کہ ہم مسلمان اقلیت ہیں، یا یہ کہ ہم مسلمان اکثریت ہیں (الحمدللہ) تو تم اس کے مقابلے میں غیر مسلم اقلیت ہو، جیسا کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے، ہندو اکثریت میں تھے۔ ہمارے نزدیک ہندو کافر تھے، اب بھی کافر، پہلے بھی کافر، تو ہم نے کسی وقت یہ مطالبہ نہیں کیا کہ چونکہ ہم اقلیت میں ہیں اس لیے ہمیں سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے نعوذ باللہ (کسی مسلمان کے دماغ میں نہیں آیا) ہندوؤں میں شامل ہو جائیں۔ حقیقت میں مرزائی یہ چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا استحصال کریں۔

جناب چیئرمین: آپ اپنے آپ کو غیر احمدی اکثریت declare کروالیں۔ اگر ویسے مسئلہ حل نہیں ہوتا ایسے ہی ہو جائے۔

مولانا عبدالحق: بات یہ ہے......

جناب چیئرمین: اچھا جی، مولانا مفتی محمود! مولانا! ان چیزوں پر تقریباً بحث ہو چکی ہے۔ میں یہ عرض کروں کہ......

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ممتاز صاحب! چھوڑیں۔ ان چیزوں پر بحث ہو چکی ہے۔

مولانا عبدالحق: اچھا۔

جناب چیئرمین: بالکل۔ ایمان سب کا مضبوط ہے۔ اور تقریباً ہاؤس کی رائے بھی یہی ہے۔

مولانا عبدالحق: ایک تیسری بات میں عرض کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین: اب مولانا مفتی محمود صاحب نے تقریر کرنی ہے۔ یہ تجاویز کا وقت ہے۔ اکثر لوگ......

مولانا عبدالحق: بہت بہتر۔ یعنی مرزائی جو ہیں ان کے ساتھ ہم مسلمانوں کی منافرت یا عداوت اب کھلی ہے۔ اس سے پہلے وہ زمین دوز طریقے پر کس قدر مسلمانوں کی تباہی کر چکے ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ چونکہ ہمارے اور ان کے درمیان پوری منافرت ظاہر ہو چکی ہے، اب اگر وہ ہماری کلیدی آسامیوں پر فائز رہیں تو میں یہ عرض کرتا ہوں کیا وہ پاکستان اور مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں، جبکہ ہم اس وقت یہ فیصلہ کر دیں اور خدا ہمیں یعنی اس مجموعی اسمبلی کو توفیق دے کہ یہ انکو غیر مسلم اقلیت قرار دے، اس کے بعد وہ اگر کلیدی آسامیوں پر فائز رہیں تو یقیناً وہ ہمیں اور تباہ کریں گے مسلمانوں کے بچانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر کمیٹی فیصلہ دے کہ انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے۔ باقی رہی یہ بات کہ اگر ایسے لوگوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے تو ملک کا انتظام کس طریقے سے چلے گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ نظام اللہ چلائے گا۔ اس سے پہلے ہمارے وزیر اعظم صاحب نے بڑی بہادری کی کہ تیرہ سو ناپسندیدہ افسروں کو نکال دیا۔ اس وقت بھی تو اللہ نے نظام چلایا۔ اس لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ انکو کلیدی آسامیوں پر سے ضرور ہٹایا جائے، ورنہ صرف غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ مولانا مفتی صاحب! آپ فرمائیں۔

مولوی مفتی محمود: جناب چیئرمین! جہاں تک مرزائیوں کے غیر مسلم ہونے کا تعلق تھا اس پر تفصیل کے ساتھ بحث آچکی ہے۔ اس میں مزید اضافے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اس مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے اس سلسلے میں سب سے پہلے گزارش تو یہ ہے کہ یہاں پر ہمیں اس ہاؤس میں سیاسی جماعتوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے سوچنا ہوگا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کو کسی سیاسی جماعت کی برتری کے لیے، کریڈٹ حاصل کرنے کے لیے قطعاً استعمال نہ کیا جائے، اور اس کو خالص دینی اور مذہبی حدود میں رہ کر حل کیا جائے تاکہ کوئی بھی شخص کل اسکو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہ کرے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: آپ ان کے پاس آکر بیٹھیں، پھر انکی باتیں سنیں۔ جب یہ تقریر ختم کر لیں گے تو پھر بات کرنا۔

He is an honourable member of the House; he is making the proposals.

ہر روز تو یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

Ch. Mumtaz Ahmad: I am Sorry.

مولوی مفتی محمود: جناب والا! یہاں پر ہمیں اس مسئلہ کو دستوری......

Mr. Chairman: Do you like, to be interrupted when you are speaking? Do you like anybody else to hoot you?

چوہدری ممتاز احمد: سنتے نہیں۔

جناب چیئرمین: انہوں نے کہا ہے، آپ بھی کر لیں،

When the time arises. When you are speaking in the Committee with good spirit, independent of any political consideration, the House Committee will decide this matter in the best interest of the nation. If you are making a political threatre, then go ahead will it. Yes, Molvi Mufti Mehmood.

مولوی مفتی محمود: اس مسئلہ کو ہم نے دستوری حیثیت سے حل کرنا ہوگا، اور دستور میں ہمیں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کرنا ہوگا، خواہ دستور میں کسی دفعہ کا اضافہ کیا جائے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دفعہ 106 میں جہاں پر صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو نمائندگی دی گئی ہے وہاں پر عیسائیوں کا ذکر ہے، یہودیوں کا ذکر ہے، اس میں سکھوں کا، ہندوؤں کا، بدھ مت کا، جین کا بھی ذکر ہے، وہاں پر ان تمام جماعتوں کیساتھ مرزائیوں کا بھی اضافہ کر دیا جائے، اور اس کے بعد اس کی تعریف کی جائے۔ تعریف میں بالکل واضح بات ہے کہ مرزائیوں کی بالکل کھلی واضح تعریف ہے کہ جو شخص بھی مذہبی حیثیت سے مرزا غلام احمد کو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اسکو پیشواء تسلیم کرے، خواہ مجدد کی حیثیت سے، مسیح موعود کی حیثیت سے، مہدی موعود کی حیثیت سے، نبی کی حیثیت سے، تشریعی نبی کی حیثیت سے، یا غیر تشریعی نبی کی حیثیت سے، امتی کی حیثیت سے، ظلی یا بروزی یا مجازی یا لغوی نبی کی حیثیت سے، کسی بھی حیثیت سے اسے مذہبی پیشوا تسلیم کیا جائے، وہ لوگ مرزائی کہلوائیں گے۔ تعریف بالکل یہاں پر واضح ہے۔

بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ دستور میں کسی شخص کا نام نہیں لینا چاہیے۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ مرزا غلام احمد کو مذہبی پیشوا ماننے والے مرزائی ہیں۔ انکا نام نہیں لینا چاہیئے تو میں سمجھتا ہوں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے آخر اسی دستور میں ہم نے جہاں پر صدر اور وزیر اعظم کے حلف کے الفاظ دیئے ہیں وہاں جناب نبی کریم ﷺ خاتم النبین ﷺ کا اسم گرامی بھی ہے۔ ایک مسلمان کی تشخیص کے لیے وہاں اسکا ذکر کیا ہے۔ اس لیے اگر مرزا جو دعویٰ نبوت کر چکے ہیں، ان کے مقتدین کی تعریف کے سلسلے میں بھی ان کا نام لے لیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ صرف مرزائیوں کی تعریف نہ کی جائے بلکہ عیسائیوں کی تعریف کر دی جائے، یہودی کی تعریف کی جائے، اس میں ہندو کی تعریف کر دی جائے، وہاں مرزائی کی تعریف بھی ہو جائے تو یہ سب کی تعریف کے ضمن میں یہ ایک بات آ جائیگی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی بھی برا محسوس نہیں کرے گا کہ بین الصوبائی سطح پر اسکا ذکر ہو تو مقرض نہیں ہوگا۔

اس کے علاوہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ بعض چیزیں ہمارے سامنے آئی ہیں کہ دستور میں مسلمان کی تعریف کی جائے، تعریف جامع اور با معنی ہو جائے گی تو وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح مرزائی مسلمان کی تعریف میں جب شامل نہیں ہوگا تو خود بخود غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ غیر مسلم کی تعریف کی جائے اور غیر مسلم کی تعریف میں اس کی تعریف ایسی نہیں بلکہ اس میں یہ فرقہ بھی آ جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج مسلمانوں کا مطالبہ جو ہے اور یہ پورے ملک کا مطالبہ ہے، وہ مسلمان کی تعریف کا مطالبہ نہیں بلکہ ایک شخص اور معین گروہ جو اس ملک میں موجود ہے اور جس کے مذہبی عقائد بھی ہمارے سامنے ہیں، ان کے سیاسی عزائم اور مقاصد بھی ہمارے سامنے ہیں، اس فرقے کے متعلق دستور میں فیصلہ کرنے کا لوگوں کا مطالبہ ہے۔ صرف تعریف سے میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کا مطالبہ جو ہے وہ پورا نہیں ہوگا۔ اسکے بعد پھر ہمیں لازماً کورٹ میں جانا ہوگا اور کورٹ سے، فیصلہ کرانا ہوگا۔ اس لیے ہم ہر اس تجویز پر متفق ہو سکتے ہیں، کہ جس چیز کے ذریعہ سے ہمارے قانون دان حضرات یا جو لوگ دستور کے ماہر ہیں وہ یہ کہہ دیں کہ اب اس صورت حال میں اس ترمیم کے بعد یہ فرقہ جو ملک میں موجود ہے غیر مسلم قرار دے دیا گیا، تو ہم مطمئن ہو جائیں گے۔

جناب والا! ہمیں ایک قانون بھی بنانا ہوگا، جس میں ہم اس فرقے کے حقوق یا غیر مسلم فرقوں کے حقوق اور آبادی کے تناسب سے اس فرقے کو ملازمتیں وغیرہ دینا، اس کے بارے

میں ہمیں ایک قانون بھی بنانا ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقے سے انتظامیہ کی اصلاح بھی ہو سکے گی اس قانون کے ذریعہ سے۔ اس قانون میں تعریف بھی مکمل آ سکتی ہے۔ وہ دستور کا حصہ تو نہیں ہوگی، وہ قانون ہوگا۔ قانون میں میں سمجھتا ہوں ان کی تعریف آنا ضروری ہے بہر حال اس مسئلے کو ہم اس طرح حل کریں کہ تمام مسلمان مطمئن ہو جائیں جمہوریت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ ہمیں اس وقت اس انداز سے فیصلہ کرنا ہوگا کہ سیاسی گروہ بندی نہ ہو۔ یہی گزارشات تھیں جو میں عرض کرنا چاہتا تھا۔

Mr. Chairman: Thank you very much. Now the special Committee of the Whole House will meet day after tomorrow on 5th at 9.00 a.m., not tomorrow. Tomorrow there is no convenient time. The Prime Minister of Sri Lanka has to come tomorrow at about 11.00 a.m. If we could meet in the morning; but we cannot. The Attorney- General has also asked me to fix it on 5th. Before that, I think, almost all the members will have expressed their views. If any member is left out, he can speak on the 5th or 6th. So, on 5th, we will meet at 9.00 a.m. and Attorney-General will sum up his arguments.

Yes, Ch. Jahangir Ali, what do you want?

چوہدری جہانگیر علی: جناب چیئرمین! میں نے گزارش کرنی تھی کہ جس وقت میں نے اپنی تقریر کو conclude کیا تھا تو میں نے کہا تھا کہ اس فرقے کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس سے میرا مطلب لاہوری فرقہ اور ربوہ والا فرقہ دونوں مراد ہیں کیوں کہ لاہوری فرقہ بھی مرزا غلام احمد کو نبی ہی مانتا ہے۔ یہ ان کے بیانات سے ثابت ہو چکا ہے۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: سیکرٹری صاحب نیشنل اسمبلی نے ایک لیٹر بھیجا ہے ممبران کے نام۔ اس میں انہوں نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جوائنٹ سیٹنگ پونے چھ بجے شروع ہوگی۔ ممبران سے فرمایا گیا ہے کہ سوا پانچ بجے یہاں حاضر ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: ایک لیٹر آج میں نے لکھوایا ہے، وہ آج شام تک آپکو پہنچ جائے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: لیٹر ایشو ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین: میں نے اپنے نام سے ایک خط لکھوایا ہے آج، وہ آج شام تک پہنچ جائے گا۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی: میں تو یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ لکھا ہے کہ سوا پانچ بجے ممبران حاضر ہوں۔

جناب چیئرمین: دوسرا لیٹر ہے۔ جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ دس پندرہ منٹ پہلے آپ یہاں آ جائیں۔ آپ میری بات تو سن لیا وہ لیٹر under my own signatures ایشو ہوا ہے جس میں ساری کی ساری instructions ہیں، وہ آج شام تک پہنچ جائے گا۔ اور باقی تفصیلات طے ہو رہی ہیں۔ وہ طے کرنے کے بعد میں ہاؤس میں اناؤنس کر دوں گا۔

The Prime Minister of Sri Lanka willk address the Joint Session at 5.15 p.m. the members may come ten minutés earlier.

Thank you very much.

The Special Committee of the Whole House adjourned to meet at nine of the clock, in the morning, on Thursday, the 5th September, 1974.

PCPPI-1159(10)N.A.-15-05-2011-450.